THE
YOUTH PARLIAMENT OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, April 16, 2012
(4th Session)
No. 01
(Nos. 01)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran……………………..	1
2.	Oath taking of remaining members………..…………	
3.	Call Attention Notice……..…………………………..	
4.	Resolution ………………………………...…………..	

(Prepared by the Reporting Section Senate of Pakistan)

YOUTH PARLIAMENT
YOUTH DEBATES
Monday, April 16, 2012

The Youth Parliament met in the Margalla Hotel Hall Islamabad at thirty minutes past nine in the morning with Madam Deputy Speaker (Sara Abdul Wadood Khan) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى وَهَبَ لِى عَلَى ٱلۡكِبَرِ إِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَۚ إِنَّ رَبِّى لَسَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ۔ رَبِّ ٱجۡعَلۡنِى مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِىۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لِى وَلِوَٰلِدَىَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِينَ يَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡحِسَابُ۔

ترجمہ:خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق بخشے۔ بےشک میرا پروردگار سننے والا ہے۔ (اے پروردگار مجھ کو (ایسی توفیق عنایت) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے پروردگار میری دعا قبول فرما۔ (اے پروردگار حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو مغفرت کیجیو۔

سورۃ ابراھیم (آیات 39تا41)

Oath taking of Members

Madam Deputy Speaker: Now I request the honourable new members to rise in their seats and take oath.

(At this some honourable members took oath)

Madam Deputy Speaker: We have a calling attention notice by Mr. Mohammad Waqar, Mr. Mohammad Zafar Siddiq, Miss Elia Nouroz Ali, Miss Anum Mohsin, Mr. Umar Raza, Mr. Salman Khan Shinwari and Mr. Siraj Din Memon to invite the attention of the honourable youth Prime Minister to the unfortunate even took place on 7th April, 2012 between 3 AM to 4 AM when avalanche hit 135 individuals including 124 soldiers and 11 civilians at Giari Sector near Siachen Glassier. Mr. Muhammad Waqar Sahib.

جناب محمد وقار: شکریہ، میڈم سپیکر۔ آج سے ٹھیک نو دن پہلے سیاچن کے محاذ پر گیاری سیکٹر کے army headquarter پر برفانی تودہ گرنے سے ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا جس میں پاکستان کی فوج کے ایک سو چوبیس جوان اور گیارہ civilian لاپتا ہیں۔ میری اس ایوان سے گزارش ہے کہ لاپتا افراد کے لیے دعا کی جائے اور جو شہدا ہیں، جن کی زندگی کی امید نہیں، یہ ایوان انہیں سلام پیش کرے۔

میں سیاچن محاذ کے background میں جانا چاہوں گا۔ یہ محاذ 1984 میں شروع کیا گیا۔ پاکستانی فوج اس محاذ پر اٹھائیس سال سے لڑ رہی ہےجس کے اگلے مورچوں پر بیس دن سے زیادہ کوئی شخص زندہ نہیں رہ سکتا۔ جہاں جمادات اور نباتات کا وجود ہے۔ اگلے مورچوں پر جوان جاتے تو ہیں لیکن ان میں سے ہر تیسرا شخص نامکمل واپس آتا ہے کیونکہ اس کا کوئی نہ کوئی عضو ناکارہ ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی یہ جوان اس محاذ پر لڑ رہے اور انہوں نے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی جوان سے حکومت سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ اس محاذ کو بند کیا جائے۔ اس سوال کا جواب صرف وہ جوان ہی دے سکتا ہے جو جان قربان کرنے کا حلف اٹھا کر پاک فوج میں شامل ہوتا ہے اور جان کا نذرانہ دیتا رہتا ہے۔ میرا سلام ان جوانوں کو ان کے جذبوں کو ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایوان اس call attention notice کو resolution کی شکل میں pass کرے۔ اس میں ایوان امید ظاہر کرے کہ مئی 2011 میں سیاچن کے محاذ کو demilitarize کرنے کے لیے جو dialogue process شروع ہوا تھا اس کو resume کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ محاذ نہ پاکستان اور نہ ہی بھارت کے interest میں ہے۔ یہ ایک psychological جنگ ہے جس میں پاکستان کے سالانہ دو سو ملین ڈالر اور انڈیا کے تین سو ملین ڈالر سالانہ خرچ ہو رہے ہیں۔ اب تک پاکستان کے بائیس سو فوجی جوان شہادت پا چکے ہیں۔ یہاں پر ہر تیسرے دن پاکستان کا ایک فوجی اور ہر تیسرے دن انڈیا کا ایک فوجی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ سمجھ داری سے کام لیا جائے اور انا پرستی کو چھوڑ کر انسانیت کو مزید پامال نہ کیا جائے اور mutual interest کے لیے یہ رقم دونوں ممالک میں غربت ختم کرنے کے لیے خرچ کی جائے اور اس محاذ کو solve کیا جائے۔ میں پر امید ہوں کہ ہمسایہ ملک سے اس کا مثبت جواب آئے گا۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب محمد ظفر صدیق صاحب۔

جناب محمد ظفر صدیق: السلام علیکم۔ میڈم سپیکر! میں سیاچن میں پاک فوج کے ایک سو پینتیس جوانوں کو جنہوں نے پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت اور ہمارے سکون کے لیے اپنے سکون کو تباہ کیا، جنہوں نے ہماری جانوں کی خاطر اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کی، ان کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں پر جانور بھی نہیں رہ سکتا، پچھلے ستائیس سال سے پاکستان اور انڈیا کی فوج کیوں محاذ آرا ہے؟ پاکستان اور انڈیا دونوں کو چاہیے کہ table talks کے ذریعے سیاچن کا مسئلہ حل کریں۔ اس سے ہماری economy کا نقصان بھی نہیں ہو گا اور جو پیسے ہم سیاچن میں استعمال کر رہے ہیں،پاکستان کے غریب عوام کے لیے استعمال کیے جائیں۔ میں آخر میں کہوں گا۔

مٹی کی محبت میں ، ہم آشفتہ سروں نے
وہ قرض اتارے ہیں، جو واجب بھی نہ تھے

شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ ایلیا نوروز صاحبہ۔

محترمہ ایلیا نوروز: شکریہ، میڈم سپیکر۔ ہم سب کو پتا ہے کہ گزشتہ دنوں سیاچن میں پاک فوج کے ایک سو پینتیس جوان برفانی تودے میں شہید ہوئے ہیں۔ میں ان کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ وہاں پر ہمارے پاک فوج کے جتنے بھی جوان ہیں، ان کو سلامی دی جائے اور ان کے لیے دعا کی جائے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ انعم محسن صاحبہ۔

Miss Anam Mohsin: I would like to pray tribute to these shohda of Pak Army at Siachin. A very tragic incident and we should have to solve this issue by table talks and diplomatically and politically so that these lives can be valued. Thank you.

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب عمر رضا صاحب۔

جناب عمر رضا: میں ان شہدائے سیاچن جن میں 124 SSG کے جوان اور 11 civilians شامل ہیں، ان سب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میڈم! میں اس topic کی طرف آتا ہوں جو اس problem کی وجہ بنے۔ سیاچن ایک ایسی ----

Mr. Najeeb Baloch: Point of order, madam, they are not martyred yet. We have a hope.

جناب عمر رضا: میڈم! میرے باقی ساتھیوں نے بھی بتایا ہے لیکن اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہاں پر پانی نہیں ہوتا، پانی کے لیے آگ جلائی جاتی ہے۔ یہ لاکھوں سال پرانی برف ہے جو اس temperature کی وجہ سے پگھل رہی ہے۔ پچھلے دنوں جو تودہ گرا، وہ ایک کلومیٹر کے برابر تھا اور اس کی اونچائی تقریباً تراسی فٹ تھی۔ میں ان تمام شہدا کو ایک شعر کے ذریعے سے خراج تحسین پیش کروں گا۔

یہ برف تو پگھل جائے گی ہم امر ہوگئے
یہ زمیں بوس ہوئی ہم جنت جمر ہو گئے

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ ابھی نجیب صاحب نے بھی کہا کہ ابھی وہ شہید نہیں ہوئے، امید باقی ہے۔ اس لیے ان کو شہدا نہ کہیں، وہ ہمارے ہیرو ہیں۔جناب سراج دین میمن صاحب۔

جناب سراج دین میمن: شکریہ میڈم سپیکر صاحبہ۔ ایک حدیث ہے کہ مایوسی کفر ہے، ہم سب کو یہ دعا کرنی چاہیے۔

جناب نعمان: یہ حدیث نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔

جناب سراج دین میمن: میڈم! ہم نےکتابوں میں پڑھا ہے اور سنتے رہتے ہیں۔ مجھے reference کا علم نہیں ہے لیکن بچپن سے سن رہے ہیں کہ مایوسی کفر ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے وہ خیریت سے ہوں۔ وہ بڑی مشکل میں اور ایک بڑا avalanche ان کے اوپر گرا ہے تو we are hopeful کہ وہ زندہ ہوں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے اور جس طرح سے منسٹر صاحب اور ظفر صدیق صاحب نے بتایا کہ یہاں پر کوئی جاندار نہیں رہ سکتا اور April, 1984 سے دونوں ممالک کے لیے یہ مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اس کا حل اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ دونوں ممالک مل بیٹھ کر dialogue کریں اور کوئی pact کیا جائے کہ اس کو demilitarize کیا جائے۔ یہاں پر نہ انڈیا اور نہ ہی پاکستان کی فوج آئے۔ صرف تھوڑی سی تعداد میں patrolling forces ہوں، جو وہاں پر move کرتی رہیں۔ یہاں UN آئے اور چین کا یہاں پر بڑا کردار ہو سکتا ہے، وہ یہاں پر آ جائے۔ کل حنا ربانی کھر صاحبہ کا بیان آیا تھا کہ پاکستان کے ساتھ جو unfortunate tragedy ہوئی ہے، وہ انڈیا کے لیے ایک red signal ہے کہ وہ بھی dialogue کی طرف آ جائے، CBMs ختم ہو گئے تھے۔ میں House سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ ایک resolution pass کیا جائے جس میں دونوں ملکوں سے درخواست

کی جائے کہ دونوں اطراف کا billions of dollars کا نقصان ہو رہا ہے، table talks کے ذریعے اس کا حل نکالیں اور اس سے جو نقصان ہو رہا ہے وہ پیسے لوگوں کی تعلیم اور صحت پر خرچ کریں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب حماد ملک صاحب۔

جناب محمد حماد ملک: جناب! میں اپنے 135 جوانوں کو خراج تحسین پیش کروں گا جنہوں نے اتنے مشکل حالات میں رہتے ہوئے خود پر اتنی بڑی مصیبت جھیلی۔ میرے بھائی نے بڑی اچھی بات کی کہ وہ ابھی شہید نہیں ہوئے اور ہم ان کے دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں زندگی دے اور کوئی معجزہ ہو جائے لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اس درجہ حرارت میں جو اس وقت تقریباً منفی ستر درجے کے قریب ہے اور اوپر اسی فٹ کی برف کی تہہ ہے، وہاں پر survive کرنا بہت مشکل ہے۔ بات شہادت کی نہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ وہاں پر کیوں گئے اور شہید ہوئے۔ ہمارے جوان تقریباً اٹھائیس سال سے وہاں موجود ہیں۔ ہر سال ان گنت شہادتیں ہو رہی ہیں۔ اس وقت 135 جوانوں نے اکٹھے اپنی جانیں داؤ پر لگائی ہیں، ہمیں ایک راستہ دکھایا ہے کہ ہم ہر سال ہونے والی اموات کو ختم کریں۔ وہ سیاچن گلیشئر جہاں سے دونوں ممالک کے درمیاں نہ تو smuggling کا ڈر ہے، نہ illegal infilteration ڈر ہے، وہ علاقہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔ اس پر پہلے بھی کئی مرتبہ مذاکرات ہو چکے ہیں بلکہ pacts sign ہو چکے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے ان پر عمل درآمد کرایا جائے۔ جیسا کہ میرے بھائی نے بات کہ کوئی resolution through Youth Parliament of Pakistan pass کروا کر Parliament میں جمع کرائی جائے تا کہ وہاں سے افواج کو نکالا جائے۔ میں ایک بات اور mention کروں گا کہ ہم peace keeping یا کسی دوسرے ملک کی army قطعاً قبول نہیں کریں گے کیونکہ peace keeping army جہاں violence ہو، لڑائی ہو رہی ہو، civilian losses ہوں، وہاں جاتی ہے۔ یہاں پر ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں افواج صرف territorial boundaries secure کرنے کے لیے موجود ہیں۔ اس لیے یہاں پر peace keeping army نہیں آ سکتی۔ چین نے خود کو سیاچن سے a long time before withdraw کر لیا تھا کیونکہ اس کو پتا تھا کہ یہ علاقہ کسی کام کا نہیں ہے۔ یہاں پر صرف نقصان ہی ہو گا۔ اس لیے ہم دونوں ممالک کو چاہیے کہ اس کو حل کریں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب تیمور شاہ صاحب۔

جناب محمد تیمور شاہ: شکریہ میڈم سپیکر۔ یہ call attention notice جو سیاچن میں گیاری سیکٹر میں ہونے والے حادثے کے بارے میں ہے، یہ واقعی ایک ایسا سانحہ ہے جو ہمارے ملک کی فوج اور law enforcing agencies کی sacrifices کو signify کرتا ہے۔ مگر ہر چیز کے پیچھے کوئی وجہ ہوتی ہے۔ ہر بندہ یہی بات کر رہا ہے کہ اس مسئلے کو حل ہو جانا چاہیے۔ میرے بھائی سراج میمن نے بڑی اچھی بات کی کہ ایک patrolling force, Standard Operating Procedure ہو، جو سیاچن میں تھا۔ اٹھائیس سال سے یہ مسئلہ کیوں بنا؟ سیاچن میں ایک protocol ہے کہ جب سردیاں ہوتی ہیں تو پاکستانی اور انڈین فوجی higher posts سے towards their valleys نیچے آ جاتے ہیں اور گرمیوں میں واپس اپنیrespective higher posts پر چلے جاتے ہیں۔ اب ہوا کیا؟ مسئلہ کہاں سے پیدا ہوا؟ مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ اس standard protocol کو انڈیا نے breach کیا اور سردیوں میں پاکستان نے جو posts evacuate کی تھیں، ان پر قبضہ کر لیا جس وجہ سے یہ conflict ہے۔ اس وجہ سے international boundaries بھی violate ہوئیں کیونکہ جو posts پاکستان نے خالی چھوڑی تھیں، وہ انڈیا کے پاس چلی گئیں اس لیے پاکستان کے boarders change ہو گئے۔ جو international boundaries ہیں ان کو violation انڈیا نے کی اور سیاچن میں بھی انڈیا ہی protocol کے خلاف گیا۔ اس کی bottom line یہ ہے کہ انڈیا واپس انہی positions پر جائے جن پر پہلے تھا اور اب positions کو evacuate کرئے جن پر پہلے پاکستان تھا اور اس نے ان پر قبضہ کر لیا۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

جناب محمد وقار: میں تیمور شاہ صاحب کو یہ بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ آزاد کشمیر کی demarcation کے وقت سیاچن کے area کو consider ہی نہیں کیا گیا تھا۔ یہ ایک demarcated area تھا۔ UN officials نے consider کیا تھا کہ دونوں ممالک کی فوج یہاں جانے کی غلطی نہیں کریں گی۔ یہاں پر ceasefire line ہے، international boundary نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ جناب سلمان خان شنواری صاحب۔

جناب سلمان خان: محترمہ! آپ کی بڑی مہربانی۔ میں کچھ facts پر بات کرنا چاہوں گا کیونکہ اس کی بنیاد پر ہم صحیح decision کر سکتے ہیں۔ محترمہ! یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر درجہ حرارت

گرمیوں میں منفی 32 ڈگری سینٹی گریڈ اور سردیوں میں منفی پچاس ہوتا ہے۔ آج تک یہاں پر کسی سبزے کا نام و نشان نظر آیا ہے اور نہ ہی یہاں پر ایسے resources ہیں جس سے کسی بھی ملک کو فائدہ ہو سکے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہمارے لیے ایک God gifted ایسی جگہ ہے جس پر ہمیں اپنی فوج کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور ہم اس کو ایک natural defence کے طور پر use کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس کی technicalities میں نہیں پڑنا چاہیے کہ یہ کس کی جگہ تھی، کس کی نہیں تھی بلکہ ہمیں چاہیے کہ ہم انسانیت کی طرف بڑھیں اور دونوں ممالک بیٹھ کر اس پر فیصلہ کریں، کیونکہ یہاں پر 8000 lives lost ہوئی ہیں، جو دونوں ممالک کی ہیں اور ہمارے لیے صرف پاکستانی نہیں بلکہ Indian lives بھی important ہیں کیونکہ وہ بھی انسان ہیں۔ اگر ہمارے کسی چیز پر اختلافات ہیں تو ہمیں چاہیے کہ اس پر بیٹھ کر اس پر بات کریں اور اختلافات دور کریں تا کہ نوجوانوں کی جو زندگیاں ضائع ہو رہی ہیں ان کو بچانے کے لیے ہم اس conflict کو ختم کریں اور دونوں اپنی armies retract کریں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب عمر ریاض صاحب۔

Mr. Mohammad Umar Riaz: Madam Speaker, words seems inadequate to express the sorrow and grief over this tragic loss where the brave Pakistani soldiers lost their lives in wake of defending their homeland. Madam Speaker, I being a youth parliamentarian salute the bravery and the courage our army has been showing and displaying in the worst whether conditions at Siachen glassier. It is the need of the hour that Pakistani government along with the Indian government should move towards the demilitarization of this particular region, the toughest military battle ground on the plant earth. So, that the loss of millions of dollars which are being spent from by both the sides on this battle ground may be avoided. So that the loss of the hundred of lives every year not because of the military thing but due to the whether conditions may be avoided. It is the need of the hour that we should make and move towards the realistic solution of Pak-India disputes because it is not the matter of ego between the two nations, it is the matter of the loss of precious lives. We have been loosing lives on our side of the boarder. They have been loosing lives on their side of the boarder. So both, the government of India

and Pakistan should take it seriously and move towards the concrete solutions of this particular dispute. Thank you very much.

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب محمد عامر خان۔

جناب محمد عامر خان: شکریہ میڈم سپیکر۔ سیاچن میں جو واقعہ ہوا ہے، دل ہلا دینے والی بات ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں آپ کی توجہ اس نکتے کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی اگر ہمیں اپنی defence and foreign policy کو rethink کرنا چاہیے۔ اگر ہم آج بھی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر انڈیا کے ساتھ rivalry پر بات کر رہے ہیں تو ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اتنا بڑا حادثہ ہونے کے بعد ہمارے پاس اتنا کچھ بھی نہیں ہے کہ ہم اس سلسلے میں انڈیا، امریکہ اور دوسرے ممالک سے اس کے لیے مدد حاصل کر رہے ہیں،اس پر بھی ہمیں غور کرنا چاہیے۔

دوسرا ہم سب لوگوں کو دعا کرنی چاہیے کہ جو لوگ وہاں پرavalanche میں پھنسےہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی زندگی دراز کرے اور ان کو صحتیاب کرے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ مہرین سیدہ صاحبہ۔

محترمہ مہرین سیدہ: سب سےپہلے میں بھی یہی کہوں گی کہ اس بات کا بہت افسوس ہے کہ وہاں پر ہمارا جتنا بڑا قومی نقصان ہوا۔میرے اپنے ایک کزن کیپٹن وقاص اس حادثےکا شکار ہوئے ہیں۔ میری آپ سب سے گزارش ہے کہ ان کی زندگی کے لیے دعا کیجیے گا۔ میں ایک different angle سے بات کرنا چاہتی ہوں، ہو سکتا ہے بہت سے لوگوں کو اس سے اختلاف ہو۔ مجھے بھی بہت اچھا لگے کہ اگر ہم اپنی فوجوں کو وہاں سے بلا لیں اور انڈیا بھی لے جائے اور جو پیسے ہم وہاں پر خرچ کر رہے ہیں، ان کو اپنی progress پر خرچ کریں۔ محترمہ سپیکر صاحبہ! کیا یہ ideal situation نہیں ہے؟ یہ تو 100% ideality کی بات کر رہے ہیں۔ اس بات کی کون گارنٹی دے گا کہ اگر ہم وہاں سے مکمل انخلا کر لیتے ہیں تو اس کے بعد ہمیں بھارت کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ ہماری تاریخ اس بات سے بھری ہوئی ہے۔اگر آپ اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو حضور پاک ﷺ کے زمانے میں کفار کے ساتھ کتنے معاہدے ہوئے جو انہوں نے توڑے۔ اس کے بعد 1965 کی جنگ آپ کے سامنے ہے۔ کشمیر کو دیکھ لیں کہ جب پاکستان کی division ہوئی ہے تو ہمارے ساتھ گورداس پور، فیروز پور پر کیا ہوا؟ جو ہماری حد بندی کی گئی ہے، وہ کس طرح سے کی گئی

ہے۔ ہمیشہ دھوکہ دہی سے کام لیا گیا ہے۔ میں ایک بات اور کہنا چاہتی ہوں کہ میں مانتی ہوں کہ وہ علاقے ایسا ہے جہاں پر لوگ زندہ نہیں رہ سکتے، وہاں جنگ نہیں ہو سکتی لیکن مستقبل میں technology کہاں سے کہاں تک جا سکتی ہے۔ اگر سمندر کی تہہ کے نیچے سے جاسوسی نظام قائم کیا جا سکتا ہے اور اس کو بڑا successfully run کیا گیا ہے تو پھر کیا گارنٹی ہے کہ اگر ہم اپنی فوج وہاں سے لے آتے ہیں تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ اسلام نے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں۔ اسی لیے مسلمان مرتا نہیں ہے، شہید ہوتا ہے اور اسی لیے کہتے ہیں کہ

شہید کی جو موت ہے، وہ قوم کی حیات ہے

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ گلفام مصطفےٰ صاحب۔

جناب عبید الرحمن: جناب! .Point of orderیہ تاریخی حقائق ہیں کہ 1965 کی جنگ بھی پاکستان نے شروع کی اور 1973 کی جنگ بھی پاکستان نے شروع کی۔ کارگل کا آپریشن بھی پاکستان نے شروع کیا۔ ہم لوگ اتنے معصوم نہیں ہیں، جتنے بننے کی کوشش کر رہے ہیں اور تاریخی حقائق میں مسلمان نہیں پاکستان کی بات کی جائے۔ پاکستان میں ----minorities

Madam Deputy Speaker: We have noted your point Mr. Ubaid please have a seat. Mr. Gulfam Mustafa.

جناب گلفام مصطفےٰ: میڈم سپیکر! شکریہ۔ سب سے پہلے میں افواج پاکستان کے تمام جوانوں اور ان پاکستانیوں کے لیے دعا گو ہوں جو اس گلیشیر کے نیچے دفن ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے۔ ہم مسلمان معجزات پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارے ایک عزیز سیاچن میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا تھا جو میں اپنے ممبران کے گوش گزار کرنا چاہوں گا جو ہمارے ان جوانوں کو شہدا کہنے پر اصرار کر رہے ہیں۔ ہمارے چار فوجی سیاچن میں کسی وجہ سےایک کھائی میں گر گئے اور ان کے اوپر اسی طرح سے تودے گرے اور وہ دفن ہو گئے۔ ان کا کوئی اتا پتا نہ چلا لیکن تین دن تک ایک فوجی آفیسر کے خواب میں ایک فوجی آ کر اپنی location بتاتا رہا کہ میں اس طرح سے یہاں پر ہوں، مجھے نکالو۔ تین دن تو اس کو ignore کرتے رہے لیکن چوتھے انہوں نے اس جگہ کو کھودا تو وہاں سے ایک پاکستانی فوجی زندہ سلامت وہاں پر موجود تھا اور باقی تین شہید ہو چکے تھے۔ اللہ کرے کہ یہاں پر ایسا ہی معجزہ ظہور پذیر ہو۔ میں ان دوستوں کو جو کہہ رہے ہیں کہ ہم اپنی

فوج واپس بلا لیں کو یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ 1999 میں پاکستان اور انڈیا کے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ یہاں سے فوجیں نکال لی جائیں گی لیکن پھر پاکستان نے کارگل کی جنگ چھیڑی تو انڈیا نے پاکستان سے مطالبہ کیا کہ چونکہ یہ متنازعہ علاقہ ہے، کشمیر کا علاقہ ہے جس پر پاکستان اور انڈیا دونوں کا دعویٰ ہے اور ابھی تک وہ اپنے مطالبے پر قائم ہے کہ اگر پاکستان اس علاقے پر permanent line of control مان لیتا ہے تو یہاں سے فوجیں نکالی جا سکتی ہیں۔ ہم اس کو اپنی موجودہ پالیسی کے تحت permanent line of control نہیں مان سکتے۔ اگر ایسا کرنا ہو تو ہمیں اپنی پالیسی میں بہت بڑے پیمانے پر رد و بدل کرنا ہو گی جو پاکستان کے عوام کی خواہشات کے بھی متضاد ہے اور ہمارے کشمیری بہن، بھائی جنہوں نے کشمیر کی آزادی کے لیے جانیں دی ہیں، ان کی خواہشات کے برعکس ہے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ ہم اپنی فوج کو strengthen کریں اور اس مشکل وقت میں ان کی ہمت افزائی کریں اور ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: محترم جناب جمال جامعی صاحب۔

جناب جمال نصیر جامعی:میڈم سپیکر! سب سے پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وہ فوجی سیاچن پر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں یقیناً قابل تحسین ہیں لیکن حکمران جو ہیں وہ قابل--- میرا خیال ہے کہ معزز ارکان سمجھ گئے ہوں گے۔ یہ جو سیاچن کا حادثہ ہے ایک قدرتی حادثہ ہے لیکن ہم وہاں پر پچھلے اٹھائیس سال سے جو حادثات رونما کر رہے ہیں جیسا کہ میرے بھائی نے بتایا ہے کہ بائیس سو جوان شہید ہو چکے ہیں۔ جو فوجی برف تلے دبے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو حیات دے اور یہ ایک انسانی سوچ کا حادثہ ہے کیونکہ ایک طرف بھارت سے ہمارے تعلقات کافی بہتر ہر چکے ہیں ، ہم ان کو most favourite nation قرار دے رہے ہیں اور دیگر معاملات ہیں، تو ہم نے سیاچن میں انسانی سوچ کو جو حادثہ رونما کی ہوا ہے، اس کے سلسلے میں اپنی policy revisit کرنی چاہیے۔ میں اس سلسلے میں یہ کہوں گا کہ اگر بھارت اس سلسلے میں قدم اٹھانے یا آگے بڑھنے کو تیار نہیں ہے تو پاکستان کسی international forum پر اس کو لے جا کر اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: جناب سپیکر صاحبہ! شکریہ ۔ سب سے پہلے ان شہدا کے لیے اس بات پر افسوس کا اظہار کرنا چاہیے اور ان کی

زندگی کی امید رکھتے ہوئے دعا کرنی چاہیے۔ یہاں پر Green Party کی طرف سے کچھ باتیں کی گئی ہیں، ان میں بہت سے جذباتی قسم کے فیصلوں کی بات کی گئی ہے کہ ہمیں بھارت پر trust کرسکتے ہیں یا نہیں۔ جس طرح سے گلفام صاحب نے پہلے بات کی کہ ہم نے 1971 کی جنگ میں ایک معاہدہ کیا تھا، ceasefire کیا تھا جو چھ یا سات کے لیے کیا گیا تھا۔ اس میں بھارت نے کوئی violation نہیں کی۔ ابھی تک جتنی بھی violations ہوئی ہیں، وہ پاکستان کی طرف سے ہوئی ہیں، یہ بھی ایکfact ہے۔ اس لیے ہمیں یہ نہیں سوچ لینا چاہیے کہ ہم ان سے معاہدہ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ معاہدہ توڑ دیں گے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ بحث بہت اچھی طرف نکلی ہے اور ہم اس consensus کی طرف بڑھ رہے ہیں کہ ہمیں peaceful عمل کی طرف جانا چاہیے اور جس طرح سے وہاں پرمسلسل جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے اور وہاں پر بہت برے حالات ہیں کہ دونوں ممالک کے پاس اتنی technology بھی نہیں ہے کہ وہاں پر aid بھی کر سکیں۔ ہمیں امریکہ اور برطانیہ اور چین سے صرف rescue کے لیے بھی مدد لینی پڑ رہی ہے۔ لہذا میں اس نکتے پر وقار صاحب، ظفر صاحب اور انعم صاحبہ کے point کو second کرتا ہوں کہ یہاں پر ایک resolution pass کرائی جائے کہ دونوں ممالک یہاں سے اپنی فوجوں کو واپس بلائیں کیونکہ یہ ایک خونی برفانی ٹکڑا ہے، اس پر دونوں ممالک کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ان کے مفاد میں ہو گا۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب اسامہ محمود صاحب۔

جناب اسامہ محمود: شکریہ سپیکر صاحبہ۔محترمہ سپیکر صاحبہ! تاریخ میں حادثے ہوتے ہیں اور قربانیاں تاریخ کا حسن ہیں۔ جس طرح میرے سارے colleagues نے کہا میں بھی اسی طرح سلام پیش کرتا ہوں لیکن unfortunately مجھے بہت دکھ ہوتا ہے جب میں towards this State کے Head کا attitude دیکھتا ہوں۔ ہم انڈیا کو criticize تو کرتے ہیں، اسی دن President کا انڈیا کا tour تھا، ان کو چاہیے تھا کہ ایک دن کے لیے اس کو postpone کر دیتے اور اس مسئلے کے لیے کچھ سوچتے لیکن انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا جس وجہ سے اس مسئلے کونہ تو international attention ملی، ہم انڈیا کو بعد میں criticize کریں، پہلے اپنا behaviour دیکھیں کہ ہمارے President کو چاہیے تھا کہ اپنا tour آگے کر کے یہاں پر visit کرتے -

جناب عمیر نجم: میڈم! ہمارے صدر نجی دورے پر گئے تھے، سرکاری دورے پر نہیں۔

جناب اسامہ محمود: جب کوئی President ہوتا ہے، اس کا نجی دورہ نہیں ہوتا۔ ہم نے دوسرے ممالک سے help لی ہے تو ہمیں sure کرنا چاہیے کہ اس طرح کے محاذ تو future میں بھی چلتے رہیں گے، ہمارے پاس جو facilities ہیں، ہمیں make sure کرنا چاہیے کہ اگر مستقبل میں ایسے مسائل آئیں تو ہم ان کو اچھے طریقے سے handle کر سکیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترم جناب عمیر نجم صاحب۔

جناب عمیر نجم:سپیکر صاحبہ! شکریہ۔ سیاچن کو جو واقعہ ہے، یہ ایک بہت المناک حادثہ ہے لیکن میں ایک third angle کی جانب جانا چاہوں گا کہ اس میں انڈیا کا ہاتھ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ انڈیا بھی اس پوسٹ کے قریب ہی ہے۔ وہاں سے اگر اس تودے پر بمباری ہو تو تب بھی وہ گر سکتا ہے تو ہم اس کو بھی consider کر سکتے ہیں کہ یہاں پر انڈیا کی involvement ہو سکتی ہے۔ آج کل اتنی جدید technology ہے کہ آپ کچھ بھی کر سکتےہیں۔

میں دوسری جو بات کرنا چاہ رہا ہوں،وہ یہ ہے کہ پاکستان کو اپنی technological advancement کو مزید بڑھانا ہو گا کیونکہ پاکستان ایک higher altitude والے area پر اپنے فوجیوں کو کھڑا کر رہا ہے تو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہاں پر کوئی بھی حادثہ یا مشکلات پیش آ سکتی ہیں تو rescue کی technology and facilities ہونی چاہیں کہ ہم اس کو tackle کر سکیں اور اس کے لیے rescue کا ایک proper ادارہ ہونا چاہیے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: محترم نجیب عابد صاحب۔

جناب نجیب عابد بلوچ: میڈم سپیکر! شکریہ۔ 1984 میں Pakistani agencies نے انڈیا میں خالصتان کی تحریک چلائی تھی۔ اندرا گاندھی کو مار دیا گیا اور اس کے بعد بدلے میں 1984 میں سرکریک اور سیاچن میں انڈیا کی فوجوں نے قبضہ کیا تو اس کے بعد سے یہ محاذ چل رہا ہے، اس پر اتنی جنگ نہیں ہوئی لیکن اس میں بہت سی دشواریاں ہیں۔دکھ یہ ہوا کہ میں ایک بلوچ ہوتے ہوئے ان کے لیے دعاگو ہوں اور آپ ان کو پہلے سے ہی شہید کہہ رہے ہیں۔ بڑے دکھ کی بات ہے۔ آپ لوگ ہمیشہ ہمیں target کرتے ہیں کہ you people traitors, anti Pakistan.

میڈم ڈپٹی سپیکر: کون کہتا ہے؟

Mr. Najeeb Abid Baloch: It is a perception.

Mr. Taimoor Shah: Madam, point of order.

یہ topic کو digress کر رہے ہیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

جناب نجیب عابد بلوچ: جو کیمپ ہیں وہ وہاں پر igloo ہیں، ان میں temperature normal رہتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہاں سے لوگ اب بھی زندہ نکل سکتے ہیں۔ ساری آرمی اور ISPR والے کہہ رہے ہیں کہ hope ہے لوگ نکل سکتے ہیں۔ آپ دعا گو رہیں تو بہت ہو گا۔

دوسری بات یہ کہ انڈیا اس جگہ سے نکل سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ international guarantors یا UNکی مددسے اس جگہ کو demilitarize کیا جائے، اس کو خالی کیا جائے کیونکہ یہ جگہ جانوروں کے لیے بھی نہیں ہے۔یہاں پر انسان کیسے رہ سکتا ہے۔ ہر طرف برف ہے اور temperature minus 30 پر چلا جاتا ہے لیکن اس کو international guarantors کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کو اپنی دوغلی پالیسی جس طرح 1999 میں پاکستان نے کارگل کی افواج سردیوں میں نیچے آ جاتی ہیں تو پاکستان نے وہاں پر قبضہ کیا اور اس کو منہ توڑ جواب ملا اور پاکستان کی بدنامی بھی ہوئی۔ نواز شریف کو راتوں رات معاہدہ کرنے کے واشنگٹن بھاگنا پڑا۔ اگر ہم اس طرح کی شرمناک حرکتیں کرتے رہے تو ہمیں آگے بھی اس طرح کے مسئلے پیش آتے رہیں گے۔ دعا ہے کہ اس طرح کی حرکتیں نہ ہوں-----

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب یاسر ریاض صاحب۔

جناب یاسر ریاض: میڈم سپیکر! شکریہ۔ میں سب سے پہلے ان فوجی جوانوں کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ جو اتنے اونچے محاذ پر اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ ہم ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جو برف تلے دبے ہوئے ہیں، ان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ 1948 میں یہ علاقہ unmarked چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد جب Pak-China حد بندی کمیشن نے اس جگہ کی حد بندی کی اور اس علاقے کو واضح طور پر پاکستان میں شامل کیا تھا تو انڈیا نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور عملاً یہ بات تسلیم کی گئی کہ یہ علاقہ پاکستان میں شامل ہے۔ اس طرح 1948 سے پہلے گو کہ وہاں پر فوجی دورے تو بہت کم ہوتے تھے لیکن جتنے سیاح بھی وہاں جاتے تھے، وہ پاکستان کی اجازت سے

جاتے تھے اور اس پر انڈیا نے کبھی اعتراض نہیں کیا اور کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ 1984 جب انڈیا نے وہاں پر مداخلت کی تو یقیناً یہ زیادتی اور یک طرفہ مداخلت تھی لیکن اس سب کے باوجود ہمیں یہ چیز مدنظر رکھنا چاہیے کہ ہم گزشتہ اٹھائیس سال سے یہ جنگ لڑ رہے ہیں، اس سے جتنے بھی فوجی مر رہے ہیں، یہ کسی فوج یا کسی ملک کا نقصان نہیں ہے بلکہ یہ انسانیت کا نقصان ہے اور ہمیں اس کو اس point of viewسے دیکھنا چاہیے۔ جو بھی مرتا ہے، وہ ایک انسان ہے اور اس گھرانے پر جو بیت رہی ہے، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ہو، سب کا دکھ تکلیف برابر ہے۔ گو کہ پاکستان اور انڈیا میں بہت دوریاں رہیں اور ہم نے آپس میں جنگیں بھی لڑی ہیں لیکن جس طرح دونوں ممالک کے عوام میں یہ خواہش پائی جا رہی ہے کہ ہم امن کی طرف بڑھیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس process کو آگے بڑھانا چاہیے اور کسی ایسے نکتے کی طرف پہنچنا چاہیے جس سے ہم ا س کا کوئی حل نکال سکیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب حسن اشرف صاحب۔

جناب ملک ریحان: میڈم! پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ calling attention notice ہے، اس پر اتنی بحث نہیں ہو سکتی۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

Mr. Hassan Ashraf: I just want it to repeat him to be honest that we are here only to dua for the missing personals not to discuss boarder violations, Kargal or Kashmir issues. If anybody wants to do that, he can move a resolution in the House. Please do not waste this highest time any more. Thank you.

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب فہد مظہر صاحب۔

جناب فہد مظہر علی: میڈم سپیکر! شکریہ۔ یہ جو واقعہ پاکستان میں سات اپریل کو رونما ہوا جس میں ہماری فوج کے جوان جن کی تعداد ایک سو پینتیس بتائی جاتی ہے جن میں civilians بھی شامل ہیں۔ گو کہ یہ واقعہ فراموش کرنے والا نہیں ہے لیکن میرے خیال میں اس House میں جتنے بھی ممبران بیٹھے ہیں، سب پاکستانی ہیں۔ ان میں سے شاید کسی نے یہ نہیں کہا کہ فوجی کیوں مر رہے ہیں۔ فوجی جب فوج میں جاتا ہے تو میرا نہیں خیال کہ اس پر سب agree کریں کہ اس کو پیسوں کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہم تم کو اتنی compensation دیں گے۔ وہ ایک جذبہ ہوتا ہے اور ہم یہاں بیٹھ کر جذبے کو مجروح کر دیں کہ ان کو ٹھنڈی جگہ پر بھیج دیا تو یہ ان جذبے کے خلاف ہو گی۔

قربانی دی جاتی ہے، فوجیں ہی قربانی دیتی ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ سرحدوں کو بچانے کے لیے civilians بندوقیں وغیرہ اٹھا کر پہنچتے ہیں۔ فوج نے ہی کرنا ہے لیکن ہم یہ بات کر رہے کہ کیا انہوں نے وہاں پر اوپر جو battle ground بنایا ہوا ہے، یہ کیا کسی بھی angle سے productive ہے؟ Either for two countries? Either for India or for Pakistan? اس پر ساری بات ہوئی کی دونوں ممالک اس پر millions of dollars خرچ کر رہے ہیں اور یہ وہ ملک ہیں جو کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ اچھائی اور technology میں top ten میں ہوتے لیکن ہمیشہ corruption, human right violation میں top ہوئے ہیں۔ ان دونوں ممالک کو چاہیے کہ وہ social sector, civil sector, education and health پر اپنی attention divert کریں1947 rather that endless سے آج تک وہ disputes ہیں جن میں باہر سے بھی interventions کی گئی ہیں۔ United Nations میں resolutions بھی پیش کیے گئے ہیں لیکن یہ مسائل ایسے ہیں جن کا مجھے نہیں لگتا کہ شاید ان پتا چلے کہ ان کا کیا solution نکالنا ہے۔

ان کو یہ چیز مد نظر رکھنی چاہیے کہ جناب اٹھائیس سال سے یہ post یہاں پر قائم تھی، میں سوال پوچھ رہا ہوں بلکہ ہم سب کو یہ پوچھنا چاہیے کیونکہ military کی professional efficiency پر بات آ رہی ہے کہ global warming اور اس گلیشئر پر different external changes آ رہی ہیں، کیا ان لوگوں نے ensure کیا تھا کہ وہ جس position پر ہے، کیا یہ اس کے لیےstrategically viable ہے کہ اس کو prolong کیا جائے؟ کیا اس کو مدنظر رکھا گیا؟ فوج نے اس پر feasibility بنائی؟ یہ تو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہاں پر یہ camp اٹھائیس سال سے موجود تھا، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ snow کی جو natural placement ہوتی ہے، global warming کے اثرات اس پر بھی تو آ سکتے ہیں۔ کسی دوسرے کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ اس نے یہ کیا ہو گا تو میرا خیال ہے کہ فوج کو بھی چاہیے کہ وہ اس پر بھی investigation کرائیں کہ 28 سال گزرنے کے بعد اور global warming کے بعد کیا یہ post وہاں پر ہونا viable تھی۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب عبید الرحمن صاحب۔

جناب عبید الرحمن: میڈم سپیکر صاحبہ! شکریہ۔ بہت سی باتیں کی گئیں اور سب سے پہلے تو افسوس ہے اور ان تمام لوگوں اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا بھی ہے جو اس مشکل میں موجود ہیں۔

جب تک تاریخی حقائق نہ سمجھے جائیں گے، تب تک ہم کسی بھی مسئلے کے حل کی طرف نہیں بڑھ سکتے۔ ہمارے بچوں کو تاریخ کا پتا ہونا چاہیے کہ جنگیں کس طرح سے لڑی جاتی ہیں، جنگوں کے نتائج ہولناک ہوتے ہیں۔ جب تک ہمیں یہ پتا نہیں ہو گا کیونکہ جنگ کے ساتھ ہماری قوم کی ایک fascination بن گئی ہے کہ ہم نے یہ جنگ جیتی، ہم نے وہ جنگ جیتی۔ تاریخ میں defence day اور military expenditure کے ذریعے جو mind set بنایا گیا ہے، جنگ کو بہت fascinate کر دیا گیا ہے۔ اس کو de-fascinate کرنے کی ضرورت ہے، بچوں کو تاریخ بتانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے ہمیشہ انڈیا سے مار کھائی ہے اور اپنی غلطیوں کی وجہ سے کھائی ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے جب سیاچن کی بات کرتے ہیں تو 1962 میں چین اور انڈیا کی جنگ ہوتی ہے، اس میں انڈیا نے realize کیا کہ اس کے پاس mountain force موجود نہیں ہے، جو ایک competitive force, high altitude force ہونی چاہیے، وہ موجود نہیں ہے۔

میڈم سپیکر! ایک point of order ہے۔

Madam Deputy Speaker: What is your point of order?

جناب طوری: میرے معزز ممبر جو بات کر رہے ہیں، اس طرح کی بات اور اس طرح کے الفاظ سے اس ایوان میں ہمارے احساسات اور جذبات مجروح ہوتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ انڈیا سے مار کھائی ہے۔ ان کو ایوان سے معذرت کرنی چاہیے اور اس بات کی explanation دینی چاہیے۔

Madam Deputy Speaker: Thank you. No suggestions please.

جناب عبید الرحمن: شکریہ طوری صاحب۔ میرے والد صاحب Air force سے ہیں۔ میں خود defence schools میں پڑھتا رہا ہوں۔ میں اس بات کا بخوبی واقف اور گواہ ہوں کہ ہم نے اپنے بچوں کو غلط تاریخ پڑھائی اور جب تک صحیح تاریخ نہیں پڑھائیں گے----

Many Honourable Members: Point of order.

Madam Deputy Speaker: No point of order. Let him finish please.

جناب عبید الرحمن: میں بات مکمل کرنا چاہ رہا ہوں کہ یہ حقیقت ہے کہ global warming کے ذریعے سے حقیقتیں بدل رہی ہیں۔ آپ صرف ایک sector کسی simple post کا analysis نہیں کر سکتے۔ آپ نے سیاچن کا مختلف انداز میں analysis سامنے رکھنا ہے کہ 79

kilometer لمبا ایک glacier ہے جو آپ کا major water reservoir ہے۔ Northern areas سے جو water supplies آتی ہیں، یہ ان کو provide کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ اس کو چھوڑ سکتے ہیں۔ جو ایک possible solution ہے، میں اس کی طرف آوں گا کہ اس کو demilitarize کر دیا جائے یا اس کو environmental power کے طور پر consider کیا جائے یا یہاں پر ایسی friendly activities کرانے کی طرف جائیں۔ ہم اس کو چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ یہ ہمارا حصہ ہے۔ انڈیا اس کو نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ یہ contentious علاقہ ہے۔ سیاچن کشمیر کو overlook کرتا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم کہیں کہ انڈیا اس کو چھوڑ کر چلا جائے۔ اس لیے باہمی طور پر مل کر اس کوglobal warming کے تناظر میں ایک environmental power کے طور پر study کرنا چاہیے۔ جن لوگوں کو میری بات سے دلی صدمہ ہوا ہے، میں معافی مانگتا ہوں۔ اس کی وجہ ہے کہ میں suffer کرتا ہوں جب ایسی چیزیں سنتا اور دیکھتا ہوں جو تاریخ سے واقفیت نہیں رکھتیں۔ شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: Now I request honourable Youth Prime Minister Mr. Hashim Sahib to comment on it please.

Mr. Hashim Azeem (Youth Prime Minister): Thank you Madam Speaker.

میں سب سے یہ بتانا چاہوں گا کہ سات اپریل کو جو واقعہ ہوا ہے،ابھی تک scenario clear نہیں ہے۔ ان میں سے جو شہید ہو گئے ہیں، ہم ان کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے tribute پیش کرنا چاہتے ہیں اور جو ابھی تک لاپتا ہیں، ہم مسلمان ہیں اور معجزات پر یقین رکھتے ہیں، اس لیے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ایسا معجزہ ہو جس سے یہ rescue operation کامیاب ہو سکے اور ان کی جانیں بچائی جا سکیں۔ میں ایک چیز propose کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی شجاعت اور بہادری کو دیکھ کر، یہ ایک soldier اپنی duty perform کر رہے ہیں، ان کو tribute پیش کرنے کے لیے ہم اس House میں دو منٹ لیے خاموشی اختیار کریں۔ میڈم سپیکر! اس کے علاوہ یہاں پر بات ہو رہی ہے کہ جنگ کہاں سے شروع ہوئی، کہاں سے ختم ہوئی، کس نے initiate کیا۔ قوموں کی زندگی میں decisive points آتے ہیں، جہاں پر وہ مستقبل کی حکمت عملی بناتی ہیں۔ یہ ہمارے لیے decisive point ہے کیونکہ ہماری ایک سو پینتیس قیمتی جانیں اس وقت stake پر ہیں۔ ہم اپنی future policy review کریں اور جس طرح پورے House اور

Opposition Leader Sahibنے بات کی کہ ہم امن کی طرف جائیں۔ ہم humanity کے cause کو دیکھیں۔ Militarization اور اپنے stakes ایک طرف لیکن ہم امن اور انسانیت کو لے کر آگے بڑھیں۔ اس سلسلے میں ایک شعر پیش کروں گا۔ شاید میرا point of view یہ بہتر طور پر واضح کر سکے۔

ٹینک آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں
کوکھ دھرتی کی بانجھ ہوتی ہے
فتح کا جشن ہو یا ہار کا سوگ
زندگی میتوں پر روتی ہے

سپیکر صاحبہ! اس House کے quorum اور جو debate چل رہی ہے، اس کو دیکھ کر میں یہاں پر ایک resolution پیش کرنا چاہوں
۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی پلیز۔

Mr. Prime Minister: "This House is of the Opinion that keeping view the recent unfortunate event near Siachen Glacier which claims the lives of 135 soldiers, the bilateral relations between India and Pakistan should be further strengthened. So that we can move towards the demilitarization of Siachen front".

Thank you.

Madam Deputy Speaker: Now I put the resolution to the House.

جناب تیمور شاہ:میڈم سپیکر!اس resolution کا order of the day میں ہونا لازمی ہے otherwise it can't be done like that.

Madam Deputy Speaker: It has been proposed by the government

اور حکومت کے پاس یہ option ہے، وہ اس طرح سے resolution لا سکتی ہے۔

I think the House is of the Opinion that keeping view the recent unfortunate event near Siachen Glacier which claims the lives of 135 soldiers, the bilateral relations between India and Pakistan should be further strengthened. So that we can move towards the demilitarization of Siachen front. 4933

(The resolution was adapted)

(At this stage one minutes silence was observed to pay tribute to the Siachen victims)

جناب فہد مظہر علی: میں اس موقع پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ابھی آپ نے فرمایا اور resolution بھی adopt ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارا صرف یہ کہنا تھا کہ ہمیشہ goodwill gesture نہیں ہونا چاہیے بلکہ national security, integrity and sovereignty بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ اس بات کو Blue Party کی طرف سے سامنے لایا گیا ہے کہ جب سردیوں میں پاکستانیوں نے وہ posts خالی کیں تو اس کے بعد Indian forces نے ان کو captureکیا۔ بات یہ نہیں کہ ہم نے goodwill gesture دینا ہے، ہمارے جن فوجیوں نے وہاں پر جانیں دیں، یہ تو ان کے ساتھ غداری کر رہے ہیں کہ اتنی قربانیوں کے بعد کوئی ان کو کہہ دے کہ آپ کی زندگی تو ختم ہوئی اور ہم نے---

Madam Deputy Speaker: Ayes were in majority, therefore this resolution has been adopted. There is another calling attention notice by Mr. Jamal Naseer Jamaee and Mr. Yasir Riaz. They want to invite the attention of Youth Minister for Interior, Kashmir Affairs and Gilgat, Baltistan and FATA. Mr. Jamal Naseer Jamaee.

Mr. Jamal Naseer Jamaee: Thank you, Madam Speaker. Mr. Jamal Naseer Jamaee and Mr. Yasir Riaz invite the attention of the Youth Minister of Interior Kashmir Affairs, Gilgit-Baltistan and FATA on the sectarian violence in Gilgit-Baltistan that has claimed approximately eight thousand lives since 1989 to day. It is a matter of urgent importance and I request the Minister to make a statement thereon.

میڈم ڈپٹی سپیکر: گلگت بلستستان میں ہونے والی sectarian killings مستقل بنیادوں پر واقع ہو رہی ہیں۔ وہاں پر تین چار sectarian groups پائے جاتے ہیں جن کے درمیان یہ killings ہوتی رہتی ہیں۔ میری study کے مطابق یہاں پر ہونے والی killings کو پاکستان کے دیگر حصوں میں ہونے والی killings سے match نہیں کر سکتے۔ کراچی میں sectarian killings ہوتی ہیں۔ بلوچستان میں ہزارہ سے related sectarian killings ہوتی ہیں۔ ان دونوں regions کی اپنی اپنی fault lines ہیں جو match ہو کر ایسی صورت حال پیدا کرتی ہیں۔ اب 1989 سے ایک مخصوص انداز میں گلگت ۔بلتستان میں sectarian killings ہو رہی ہیں اور خصوصی طور پر جب سےیہ ایک انتظامی صوبے کے طور پر منظر عام پر آیا ہے۔ اس کا کشمیر کی ریجن سے ایک خاص تعلق ہے اور اس پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو ہمیں اس چیز کو بھی مد نظر رکھنا ہے کیوں یہاں پر غیر ملکی ہاتھ کی بھی

بات ہوتی رہی ہے کہ ان killings میں agencies involve ہیں لیکن آج تک اس کے سد باب کے لیے کوئی پالیسی یا لائحہ عمل اختیار نہیں کیا گیا۔ اس کے لیے کوئی working بھی نہیں ہوئی۔ اگر ہم نے گلگت۔بلتستان ایک انتظامی صوبے کے طور پر بنایا ہے تو پھر وہاں کی forces and institutions کو اتنی authority دینی چاہیے کہ وہ اس مسئلے کا حل ڈھونڈے تاکہ یہ صورت حال مزید نہ بگڑ جائے۔

جناب عالی! میرا کراچی سے تعلق ہے کہ گلگت بلتستان میں ہونے والی sectarian killings کی fault line وہاں سے چل کر کراچی تک پہنچتی ہے، کراچی میں ہونے والی sectarian killings وہاں پر ہونے والی sectarian killings کے بعد ہوتی ہیں۔ اگر ہم اسے match کریں تو پہلے وہاں سے sectarian killings شروع ہو تی ہیں اور پھر اس کے reactions میں یہ ملک کے دوسرے حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔ اس sectarian killings کے پیچھے ایک خاص اور مخصوص غیر ملکی ہاتھ ملوث ہے۔ اسی طرح اس issue کی کشمیر سے بھی affiliation ہے - ان تمام پہلووں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں Youth Shadow Minister for Interior Kashmir Affairs, Gilgit-Biltistan سے میں چاہوں گا کہ وہ اس پر اپنا پالیسی بیان دیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی جناب! یاسر ریاض صاحب۔

جناب یاسر ریاض: شکریہ میڈم سپیکر۔ جس طرح ہمارے ساتھی نے ابھی بتایا کہ sectarian killings جو پچھلے دنوں میں شدت اختیار کر گئی ہے۔ یہ ابھی سے نہیں بلکہ پاکستان میں پچھلے کئی سالوں سے چل رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں بہت سی قیمتوں جانوں کا نقصان ہوا ہے۔ یہاں ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا وجوہات ہیں کہ جس کی بنیاد پر ہم میں اتنی عدم برداشت آ گئی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے اختلافات کو برداشت نہیں کر پا رہے اور جھگڑوں اور sectarian killings کا معاملہ پیش آ رہا ہے۔

میں اس حوالے سے جو چند ایک وجوہات ہیں ان کی طرف ایوان کی توجہ دلانا چاہوں گا۔ میں یہ بھی چاہوں گا کہ جو ہمارے Youth Minister ہیں وہ نہ صرف اس سلسلے میں اپنی statement دیں بلکہ وہ اس فورم پر اپنا stance بھی پیش کریں۔ہمیں اس معاملے میں حکومت کی ذمہ داری کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ کسی بھی معاشرے میں امن و امان قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر کسی علاقے میں کوئی بس روک کر ، لوگوں کو اتار کر قتل کیا جا

رہا ہے اور یہ عمل مسلسل جاری ہے تو اس میں حکومت کی ناکامی واضح نظر آتی ہے کہ وہ امن و امان قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ اقلیتوں اور دوسرے شہریوں کی زندگیوں کی سکیورٹی کو یقینی بنائے۔ میں اس کے ساتھ ساتھی یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ اختلاف رائے انسانی زندگی کا حصہ ہے، گو کہ ہمارے درمیان بہت سے مذہبی گروہ موجود ہیں اور ان میں اختلاف رائے بھی موجود ہے لیکن اس اختلاف رائے کو اس حد تک لے جانا کہ ہم ایک دوسرے کو برداشت نہ کر پائیں اور لڑائی جھگڑے کی صورت حال بنے اسے avoid کرنا چاہیے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: آپ کا بہت شکریہ، تشریف رکھیں۔ جناب علی رضا صاحب۔

Mr. Ali Raza: It is a call attention notice and not resolution.

یہ مسئلہ بہت recent نوعیت کا ہے اور میں اس پر بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس لیے میں نے ضروری سمجھا ہے کہ میں اپنا اس پر اظہار خیال کروں۔ پہلی بات یہ ہے کہ پاکستان میں مسلکوں کی جو جڑ ہے وہ ہمارے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب ضیاء الحق کے زمانے سے چل رہے ہیں۔ان کے زمانے میں ایک مخصوص فرقے کو نشانہ بنایا گیا۔ اب ایک فرقہ وارنہ لہر پاکستان کے اندر چل رہی ہے۔ میں پورے ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ فرقہ وارنہ لہر، فرقہ وارنہ نہیں یہ ساری شیعہ killings ہوئی ہیں۔ آپ اخبار اٹھا کر دیکھیں، مسئلہ یہ ہے کہ گلگت سے لے کر کراچی اور کوئٹہ تک کہیں بھی ان کی بس کو روک کر نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان کو شناختی کارڈ سے identify کیا جاتا ہے اور ان کو گولیوں سے بھون دیا جاتا ہے جو کہ میری نظر میں بہت آسان موت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ گلگت میں جو حالیہ لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال خراب ہوئی ہے--

جناب جمال نصیر جامعی: میں point of order پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر پاکستان میں ایک بھی سنی killing ہوئی ہے تو پھر یہ sectarian killing ہے اس لیے میں چاہوں گا کہ اس باشعور ایوان میں اس قسم کی بات نہ کی جائے۔

جناب علی رضا: آپ ایک کو تین ہزار لوگوں سے کیسے compare کرتے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ یہ مسئلہ کوہستان میں اس وقت ۱۶ زائرین کے قتل سے شروع ہوا تھا جب ان کے شناختی کارڈ دیکھ کر گولیوں سے بھون دیا گیا ۔ اس کے بعد ددسرا واقعہ چلاس

کاتھا ۔ میں اس معزز ایوان سے یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ جیو اور سما جیسا news media آپ کے پاس موجود ہے لیکن اس وقت تک کسی میڈیا نے ایک coverage بھی نہیں دی کہ چلاس میں جو ۱۶ لوگ مارے گئے تھے ان کو کس بربریت سے مارا گیا تھا۔ ایک سوچی سمجھ سازش کے تحت گلگت میں ایسے فسادات شروع کیے جا رہے ہیں اور اس کے پیچھے ایک مخصوص سوچ اور لابی ہے جو یہ سارے کام کر رہی ہے۔میں آپ کی اور اس ایوان کے توسط سے یہ چاہتا ہوں کہ اس کو ایک resolution کی شکل دی جائے اور sectarian killings پر نہیں شیعہ killing پر بات ہونی چاہیے اور شیعہ killing پر resolution لانی چاہیے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی ریحان بلوچ صاحب۔

ملک ریحان : میڈم سپیکر !یہ sectarian killing, target killing, ransom and kidnapقومی مسئلہ ہے۔ یہ صرف گلگت بلتستان اور فاٹا میں نہیں ہے بلکہ ابھی آپ کو اس بات کا experience ہو گیا ہو گا کہ یہ بلوچستان اور سندھ میں بھی بہت زیادہ ہے۔بلوچستان میں جو ہزارہ کمیونٹی ہے اس کے پچھلے دوسالوں میں آٹھ سو لوگ شہید ہو گئے ہیں۔ ہندو کمیونٹی بھی suffer کر رہی ہے۔مکران میں ذکری کمیونٹی بھی suffer کر رہی ہے ۔ یہ مسئلہ Afghan refugees کی وجہ سے اور بلوچستان کے اندر demographic change لانے کی کوشش کی جا رہی ہے اس سے پیدا ہوا تھا۔ اس میں طالبان اور بہت سے other religious factors involve ہیں ۔ اس میں لوگ ایک اور factor کا نام بھی لے رہے ہیں کہ گورنمنٹ agencies بھی اس میں involve ہیں اور external factors بھی sectarian killings میں involve ہیں۔ اب بلوچستان میں business community بھی involve ہے۔ کوئٹہ میں ہزارہ کمیونٹی majority میں ہے اس کو minority میں لے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جناب! اسی طرح جو religious banned groups ہیں جیسے لشکر طیبہ ہے اور دفاع پاکستان جو recently بنا ہے یہ بھی ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ اس کے لیے میری تجویز ہے کہ ایک all parties conference بلائی جائے یا کوئی special committee constitute کی جائے تاکہ اس مسئلے کو ختم کرنے کے لیے کوئی law frame کیا جا سکے۔ اگر اس مسئلے کا حل نہ کیا گیا تو ultimately it will lead to the

disintegration of our State as it is fatal to the very existence of Pakistan.

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی نجیب عابد صاحب۔

جناب نجیب عابد : شکریہ میڈم سپیکر۔ بہت ہی افسوسناک واقعات ہوئے ہیں خاص طور پر کوئٹہ میں ہزارہ کمیونٹی کی killings مسلسل ہو رہی ہیں، میں تو اسے genocide کہوں گا کیونکہ بلوچستان میں ہزارہ ایک مخصوص قوم ہے۔ بلوچوں نے ان کو تہہ دل سے قبول کیا ہے اور وہ کئی صدیوں سے پشتون کی طرح ہمارے ساتھ رہ رہے ہیں۔ اسی طرح گلگت بلتستان میں برے حالات ہیں۔ ا بھی علی رضا صاحب نے کہا کہ ان حالات کو شیعہ کمیونٹی کے گلے میں ڈال دیں۔ میرے خیال میں ایسی بات کر کے ہم ملک کو مزید بانٹ رہے ہیں۔ جہاں تک سنی اور شیعہ کی بات ہے تو جناب! killingتو killing ہی ہوتی ہے چاہے وہ سنی کی ہو یا شیعہ کی ہو۔

جناب علی رضا: میڈم سپیکر! میرا پوائنٹ آ ف آرڈر ہے کہ آپ ہمارا شناختی کارڈ اٹھا کر لے جائیں اگر آپ بچ جائیں تو پھر بات ہو گی۔

Madam Deputy Speaker: This is not a point of order. Yes, Najeeb sahib.

جناب نجیب عابد : میں killings کی بات کر رہا تھا، کیا سنیوں کی killings نہیں ہو ئی ہیں؟ آپ کوئٹہ کی با ت کر رہے ہیں ، کوئٹہ میں رہتا ہوں وہاں پر سنی عالموں کو بھی مارا جاتا ہے، شیعہ عالموں کو بھی مارا جاتا ہے۔ کراچی کے ایک جامعہ مدرسہ پر ایک ہی فرقہ کے لوگ تھے جنہوں نے وہاں مدرسہ پر فائرنگ کر دی اور آگے جا کر امام بارگاہ پر فائرنگ کر دی۔ اب ہم اس کیا کیا مطلب لے لیں؟ اسی طرح کی چیزیں involve ہیں۔ اب ہم سنی اور شیعہ کی بات کریں گے تو آگے جا کر سنی فرقہ بریلوی اور دیوبندی میں بٹ جائے گا۔ پھر آگے بریلوی میں کتنے sects ہو ں گے اور پھر دیوبندیوں میں کتنے sects ہو ن گے۔ بہر حال sectarian killings پاکستان کا مسئلہ رہا ہے اور ہےاسے ہمیں seriously لینا پڑے گا۔ آپ individually کسی فرقے کو نہ لیں کیونکہ دونوں sides سے killings ہو رہی ہیں۔ میرا اس سے اتفاق ہے کہ ایک side سے زیادہ ہو رہی ہیں ۔ ہزارہ کمیونٹی کے ہزاروں لوگ مارے گئے ہیں۔ ابھی ان کے بڑے بڑے leaders مارے گئے ہیں۔ بڑے اچھے لوگ مارے گئے ہیں اور دوسری طرف سے سنیوں کے بھی مارے گئے ہیں۔ جناب! بات solution کی ہے۔ اس کے

متعلق میرا ایک بل تیار پڑا ہوا ہے۔ میں نے اس پر بڑا کام کیا ہے۔ it's legislation has been done in Islamic perspectives. It is of more than 10 pages.

Madam Deputy Speaker: What is it's solution?

جناب نجیب عابد : اس کا solution یہ ہے کہ اس Bill میں ایسی bodies بنائی جائیں گی جس کے اندر انشاء اللہ مساجد ہوں گی جن میں ہر مسلک کے representatives ہوں گے وہ تحصیل سے لے کر ڈسٹرکٹ کونسل اور صوبائی اور فیڈریشن تک شامل ہو جائیں گے۔ ان میں *muslaks* representatives of all the موجود ہوں گے جو خاص طور پر جمعہ کے روز جو خطبہ ایک دوسرے کو سنایا جاتا ہے، اس میں اصل خطبہ deliver نہیں کیا جاتا۔ یہ بات سچ ہے لیکن جب اس کے اوپر ایک کمیٹی بیٹھے گی وہ فیصلہ کرے گی کہ تمام ضلع کے جو جامعہ مساجد ہیں ان میں کیا خطبہ ہو گا تاکہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف ابھارا نہ جا سکے اور اس مسئلے کو کنٹرول کیا جائے۔ ہمیں پتا ہے کہ 1947 sectarian killings سے ہو رہی ہیں اس کا solution نکالا جائے اور یہ سب سے بہتر ہو گا۔

Madam Deputy Speaker: Thank you so much. Yes Saraj Memon sahib.

جناب سراج الدین میمن: شکریہ میڈم سپیکر۔ میڈم یہ جو killings ہو رہی ہیں چاہے یہ کسی کی بھی ہوں after all we are Pakistanis. ان killings اقدامات کو پورا ہاؤس condemn کر رہا ہے اور میں بھی condemn کرتا ہوں۔ جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری ریاست کی ہوتی ہے۔ پاکستان میں تو majority اور minority والے تمام لوگ رہتے ہیں۔ میڈم! میں solution پر آتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ target killings کی جو ہوا دی جاتی ہے وہ علماء دیتے ہیں۔ اگر علماء ایسی ہوا نہ دیں تو ایسی killings سے بچا جا سکتا ہے۔ علماء کی طرف سے کافروں کے خلاف فتویٰ شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح youth جو کہ emotional ہوتی ہے وہ گروہ بندی میں شامل ہو جاتے ہیں اور اس طرح use ہو جاتی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ حکومت وقت پورے پاکستان کے علماء کی ایک کونسل منعقد کرائے اور ان سے commitment لے کہ وہ آئندہ کوئی بھی anti-sect statement جاری نہ کریں۔ اس سے youth کے sentiments نہیں ابھریں گے ۔ دوسری میری تجویز یہ ہے کہ نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے اس میں representation of scholars of different of sects ہونی چاہیے ۔ پاکستان

تو سب کا ہے۔ اس میں مختلف مذہبی گروہ رہتے ہیں اگر ان تمام مذہبی گروپوں کی اس میں نمائندگی ہو گی تو اس سے مذہبی نفرت ختم ہو گی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے جیسا کہ یہاں point out کیا گیا کہ سنی شیعہ کے درمیان killings ہوتی ہیں تو ان کے درمیان دراڑیں ڈالنے والا تیسرا فریق کون ہے۔ حکومت کو اس چیز کی investigation کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ میڈم۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔محترمہ مہرین سیدہ ۔

محترمہ مہرین سیدہ : سب سے پہلے تو میں یہ کہوں گی کہ جو call attention notice ہمارے پاس آیا ہے وہ بڑا افسوسناک ہے میں ایک چیز جو اس کے اوپر کہنا چاہوں گی کہ اتنی بڑی ہلاکتیں ہو رہی ہیں اس پر ہمیں بھی افسوس ہے لیکن جیسا کہ بلوچ صاحب نے point out کیا کہ یہ سب کچھ یہاں پر ہو رہا ہے لیکن یہ killings تو پاکستان کے ہر حصے میں ہو رہی ہیں۔ سندھ اور بلوچستان کا حال آپ کے سامنے ہے۔ جب ہم چیزوں کو divide کر دیتے ہیں تو پھر ان کے solution کے لیے ہم جا سکتے ہیں۔ اس کے لیے میں آپ کو ایک مثال دوں گی کہ ریمنڈ ڈیوس کا معاملہ ہوا تھا ، وہاں پر ہلاکتیں ہوئیں، وہ بہرحال اور طرح کی ہلاکتیں تھیں جو بھی تھا لیکن اس کے اندر جو سوال اٹھایا گیا ، جو جواب مانگا گیا وہ شہباز شریف سے تھا انہوں نے اسلم رئیسانی یا قائم علی شاہ سے نہیں پوچھا۔ میں گلگت بلتستا ن کا specially حوالہ دے کر کہوں گی کہ ٹھیک ہے یہ پاکستان کا صوبہ ہے اور پاکستان کا حصہ ہے اور پورا پاکستان اس کی سپورٹ کرے گا لیکن تھوڑی سی مزید ذمہ داری گلگت بلتستان کے اوپر ڈال دی جائے کہ جب ہر particular area اپنے solution اور مسائل کو دیکھے گا تو پھر federal بھی ان چیزوں کو own کرنے لگے گا۔ جب تک federal ان کے ساتھ مل کر اس کے حل کو تلاش نہیں کر سکتا اس وقت تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا ۔ آپ دیکھیں یہ killings پورے پاکستان میں ہو رہی ہے۔ اس مسئلے کو ذرا divide کر دیا جائے اور ہر ایک پر ذمہ داری ڈال دینی چاہیے کہ آپ کے صوبے میں یہ ہو رہا ہے لہذا آپ اپنی رپورٹ ہمارے سامنے لائیں تو پھر میرے خیال میں کچھ بہتری آ سکتی ہے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی جناب گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: شکریہ محترمہ سپیکر صاحبہ۔ سب سے پہلے تو میں ان sectarian killings کو جو کہ گلگت بلتستان میں پچھلے

دنوں ہوئی ہیں اور گزشتہ کچھ عرصے سے ہوتی آ رہی ہیں۔ میں ان کو پہلے condemn کرتا ہوں اور اس کے بعد اس کے causes کی طرف بڑھتا ہوں، پھر اس کے solution کی طرف آؤں گا۔ جس طرح سے پہلے گلگت بلتستان کی بات کی گئی ہے تو ہمیں اس debate کو گلگت بلتستان تک ہی محدود رکھنا چاہیے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ اس کا structure کیا ہے ۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ 2009 کے اندر اس کو صوبے کا status دیا جاتا ہے ۔ جس کے پاس صوبوں والی پوری administration نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ 2010 کے شروع میں وہاں پر گلگت بلتستان سکاؤٹس نامی فورس بنائی جاتی ہے جس سے پہلے وہاں پر ایسی کوئی special force نہیں تھی۔

Madam Deputy Speaker: Please give your brief statement.

جناب گوہر زمان: لہذا یہ administrative problems ہیں اور اس کے علاوہ جو آپ کے issues ہیں جو کہ sectarian killings میں involve ہیں اس کے اندر ہماری گورنمنٹ پالیسیز بہت زیادہ طریقے سے involve ہیں کیونکہ پچھلی اپنی تاریخ کو اٹھا کر دیکھیں تو ہم نے کچھ ایسی تنظیمیں بنائی جن کو ہم نے کالعدم تو قرار دے دیا لیکن در اصل ہم نے ان کو کالعدم قرار نہیں دیا۔ ہماری جو وہاں agencies ہیں وہ ان کو support کرتی ہیں جن کے بہت سے نام لیے بھی جا چکے ہیں۔ ایسی تنظیموں کے خلاف کارروائی ایک solution ہے ۔ آپ نے ان کو بندوق تو پکڑا دی ہے لیکن آپ نے ان کی direction متعین نہیں کی۔ آپ نے ان کو شروع میں کشمیر کے لیے بنایا، آپ نے ان کو افغانستان کے لیے بنایا یا آپ نے ان کو انڈیا کے لیے بنا دیا لیکن جب وہ تمام کام ختم ہو گئے تو اس کے بعد ان کا کیا کام رہ گیا، ان کے ہاتھ میں بندوق تھی، ظاہر ہے ان کے پاس ایک کھلا لٹریچر موجود ہے تو انہوں نے پھر اس بندوق کا استعمال کیا۔ لہذا جو ایسی کالعدم تنظیمیں ہیں ان کے خلاف سنجیدہ کارروائی ہونی چاہیے۔

جناب جمال نصیر جامعی: پوائنٹ آف آرڈر۔ میڈم! بار بار یہاں پر خالصتان moومنٹ کا ذکر آ رہا ہے ، پاکستان نے کبھی اس کو own نہیں کیا ۔ میں در اصل یہ اپنے بھائی کو بتانا چاہتا تھا۔

جناب گوہر زمان: اس طرح کے کافی الزامات ہیں لیکن پاکستان نے تو آج تک کشمیر موومنٹ کو بھی own نہیں کیا ، اس طرح بہت ساری باتیں ہیں۔ ہماری تنظیمیں بنائی گئی ہیں جن کو ہمیں ماننا پڑے گا۔

Madam Deputy Speaker: Please now conclude.

جناب گوہر زمان: میری ایک اور بات آخری ہے جسے آپ solution کے طور پر لے سکتے ہیں۔ ایک monitorial board قائم کیا جائے جس کے اندر آپ ensure کریں، جس طرح پہلے بھی درمیان میں مشرف دور کے اندر ایک اچھی بات لائی گئی تھی کہ speakers کے اوپر ban لگایا گیا تھا ۔ اس کا قطعاً مقصد یہ نہیں ہوتا کہ آپ ایک liberalism کی طرف جا رہے ہیں، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح سے نجیب بھائی نے بات کی کہ مختلف مسالک کے جو علماء ہیں وہ خطبوں کے ددران ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلتے ہیں ان کے اوپر proper طریقے سے ایک check and balance رکھا جائے اور agencies کو اس کے اوپر ایک strong action لینا چاہیے۔

جہاں تک گلگت بلتستان کی بات ہے اس کو strengthen کیا جائے اور اس کو صوبے کا status دیا جائے۔

Madam Deputy Speaker: Thank you. Yes, Ubaid-ur-Rehman sahib. Please give a brief statement.

جناب عبیدالرحمن : شکریہ۔ جب آپ اس علاقے کی بات کر رہے ہیں تو اس علاقے کی demographic indicators کو دیکھنا چاہیے۔ 75% جو گلگت بلتستان کی پاپولیشن ہے وہ شیعہ فرقے سے تعلق رکھتی ہے جو کہ totally opposite figure پاکستان کی total 75% population اہل سنیوں کی ہے اور باقی 25% اہل شیعہ ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ethnic make up بھی different ہے اور اس کے ساتھ ساتھ sectarian make up بھی different ہے اور اس کو ہوا دینے کے لیے کون کون سے ادارے یہاں پر موجود ہیں ۔ وہاں پر ایران کا influence بھی موجود ہے ، وہاں پر سعودی عریبین یا اس طرح کے پاکستان کے اندر جو ادارے موجود ہیں وہ influence بھی موجود ہے ۔ ان وجوہات کی بنا پر وہاں پر mistrust کی environment create کی گئی ہے ۔ ابھی یہاں پر mistrust جیسی جو چیز موجود ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہےکہ وہ آخر کیسے پیدا ہوئی ۔ آخر ہمیں یہ کیوں نظر آتا ہے کہ جب انگریز دنیا پر قابض تھے تو تب ہمیں sectarian مسئلے نظر نہیں آتے تھے لیکن جب مسلمانوں کی ریاست بنتی ہے یا کوئی مختلف ریاست بنتی ہے تو وہاں پر مسلمان ہی آپس میں لڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے سٹیٹ کے اندر ایسے institutions بنائے ہیں جو کہ sectarian issues کو ہوا دیتے ہیں۔ میری ریسرچ کے مطابق یہ بات واضح ہے کہ گلگت

کے اندر تقریباً 75 to 85% اہل تشیع آبادی ہے۔ گلگت بلتستان کے پورے علاقے کی کل آبادی 22 لاکھ ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہاں پر کیوں کہ ethnic make up زیادہ ہے ان کے علاوہ وہاں پر grants ملتی ہیں ، اسماعیلی وہاں پر زیادہ active نظر آتے ہیں اور اس کو counter کرنے کے لیے یہاں پر جو ہم نے ادارے بنائے تھے جو ہمارے اندر موجود ہیں جس کے اندر آپ کو بریلوی influence کم ملے گا لیکن وہابی influence زیادہ ملے گا۔ یہ ایک ایسی environment create کر رہے ہیں جس کا solution صرف اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ جب ہم ایک ethnic make up تبدیل کریں گے کیوں کہ ہم نے دیکھا کہ جو اہل سنت کے لوگ ہوتے ہیں ان کو وہاں پر residency دے دی جاتی ہے۔ پھر وہ اپنی مسجدیں بنانی شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح یہ والا جو sectarian مسئلہ ہے یہ گورنمنٹ کی policies کی وجہ سے بنا ہے، گورنمنٹ کی policies میں تبدیلی لانی چاہیے اور جو state institutions یعنی پولیس وغیرہ ہے ان کو وہاں پر فعال بنانا چاہیے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ، آپ تشریف رکھیں۔ جناب حماد ملک صاحب۔

جناب محمدحماد ملک: میڈم سپیکر! میں یہاں پر اس وقت ایک بات کرنا چاہوں گا کہ یہاں پر ہم solutions کے لیے ہیں نہ کہ کسی ایک فرقے کی سائیڈ لینے کے لیے ۔میں اپنے معزز ممبر کو یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ صرف شیعہ killings نہیں ہوئیں، یہاں پر دونوں اطراف کے sects کی killings ہوئی ہیں اور جو bottom of the story ہے کہ جو بھی killings ہوئی ہیں وہ پاکستانی nationals کی ہوئی ہیں ۔ یہ بات کرتے ہیں کہ صرف اہل شیعہ کو target کیا جا رہا ہے اور یہ شیعہ killing ہے اور یہ sectarian violence نہیں ہے۔

معزز ممبر: پوائنٹ آف آرڈر۔ یہاں پر اگر کوئی ممبر statement دے دیتا ہے تو اسی پر پھر debate شروع ہو جاتی ہے۔ ان کو اپنا point of view دینا چاہیے۔

جناب محمد حماد ملک: میں اپنی ہی بات کر رہا ہوں لیکن میں اس کی detail میں جا رہا ہوں۔ یہ میڈم سپیکر ! ایسا ہے کہ اگر ایک طرف شیعہ آبادی کو target کیا جاتا ہے تو دوسری طرف اسلام آباد میں مولانا اعظم طارق کو شہید کر دیا جاتا ہے۔ اگر پارہ چنار میں یا پارہ چنار سے نیچے لوئی سم کے علاقے میں شیعوں کو target کیا

جاتا ہے تو مولانا احمد جلال پوری کو کراچی میں اور مولانا شامزئی کو کراچی میں شہید کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ دونوں طرف killings ہو رہی ہیں اور یہ کوئی one sided نہیں ہے۔ اگر ہم صرف اس بات پر رہ جائیں کہ کسی ایک سائیڈ کا ہوا ہے تو ہم اس کا کوئی solution نہیں نکال سکتے ۔ At the end ہم سب پاکستانی ہیں یہ جو بھی ہو رہا ہے یہ پاکستان میں violence ہو رہا ہے۔ اس کا یہ بنتا ہے کہ اگر ہم اس پر ذرا سا غور کریں کہ sectarian killings کن علاقوں میں کی جاتی ہیں تو پھر ہمیں خود ہی اس کی background کا اندازہ ہو جائے گا۔ ایک طرف گلگت بلتستان میں killings کی جاتی ہیں، ایک طرف پارہ چنار میں killings کی جاتی ہیں ، ایک طرف کوئٹہ میں killings کی جاتی ہیں۔ آیا یہ sects ان ہی تین علاقوں میں ہیں۔ ہر علاقے میں یہ دونوں موجود ہیں، شیعہ بھی موجود ہیں اور سنی بھی موجود ہیں لیکن وہاں پر violence نہیں ہوتا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر third hand ہمارے ملک کے ان علاقوں میں operate کر رہا ہے جن میں لوگ پہلے سے اپنے دل میں تھوڑی سا احساس رکھتے ہیں کہ بھئی ہمارے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے، ہمیں وہ نہیں دیا جا رہا، یہ ان علاقوں میں کیا جاتا ہے تاکہ ان لوگوں میں further hatred create کیا جا رہا ہے for the State کیوں کہ State اس کا علاج نہیں کر رہا۔ میں صرف یہاں پر اپنی بات کو summarize کروں گا کہ ہمیں in the end یہ کرنا چاہیے کہ نہ یہاں پر کوئی سپاہ صحابہ چلے ، نہ یہاں پر کوئی سپاہ محمد چلے۔ ہمیں بحیثیت پاکستانی اس معاملے کو sort out کرنا ہے اور ہمیں بحیثیت پاکستانی ہی اس چیز کا علاج نکالنا ہےاورآپس کےconsensus کے ساتھ یہ علاج ہو سکتا ہے نہ کہ violence کے ذریعے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب فہد مظہر علی صاحب۔

جناب فہد مظہر علی: شکریہ میڈم سپیکر۔ افسوس کے ساتھی یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں پر چند ممبر ز ایک sects سے تعلق رکھتے ہیں اور بقایا کسی اور سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا قادیانی جو پاکستان میں رہتے ہیں وہ پاکستانی نہیں۔ ان کی عبادت گاہوں میں جا کر ان کا جو قتل کیا جاتا ہے ۔ کیا یہ چیز ضروری ہے کہ Youth Parliament میں دس سیٹیں قادیانیوں کے لیے بھی رکھ دی جائیں، پندرہ سیٹیں عیسائیوں کے لیے بھی رکھ دی جائیں اور پھر یہاں آ کر ہم کسی issue پر debate شروع کر دیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج ہم نے یہاں پر ایک

دیا تھا کہ وہاں گلگت بلتستان میں calling attention notice ethnic
cleansing کی گئی ہے اور آٹھ ہزار بندے 1989 سے لے کر آج تک مارے گئے ہیں اور آج ہم یہاں پر بیٹھے ہیں کہ وہ تنظیم ان بندوں کو مار رہی ہے اور یہاں یہ تنظیم یہ سب کچھ کر رہی ہے۔ یہ پاکستان میں جو radicalism, extremism and militancy ہے آپ اس کو کیا سمجھتے ہیں کہ یہ شیعوں کو یہ problem ہے اور سنیوں کو یہ problem نہیں ہے۔ یہ Christians کو مسئلہ ہے اور ہندووں کو نہیں ہے۔ یہ قادیانیوں کے ساتھ ہے لیکن کسی اور کو نہیں ہے۔ ہم سب کو on board بیٹھنا چاہیے۔ یہاں پر اتنی division آ گئی ہے کہ رویت ہلال کمیٹی جب چاند دیکھنے کے لیے بیٹھتی ہے ان کو چاند نظر نہیں آتا جو دنیا کے ایک بچے کو بھی نظر آ سکتا ہے اور یہ اتنی بڑی degrees حاصل کر کے اور اتنی بڑھی داڑھیوں بڑھا کر ، اتنا بڑا mandate حاصل کر کے یہ لوگ وہاں پر بیٹھے ہوتے ہیں لیکن ان کو چاند نظر نہیں آتا۔ وہاں پر ایسا نہیں ہے کہ ان کو in principle چاند نظر نہیں آتا یا ان کی بصیرت میں کوئی کمی آ جاتی ہے۔ بہت یہ ہوتی ہے کہ ایک گروہ دوسرے کے پیچھے نہیں چلنا چاہتا۔ یہ divide ہے اور یہ پاکستان کی سالمیت اور integrity کو خطرہ ہے اور ہماری جو youth ہے وہ اس کا سب سے بڑا ٹارگٹ ہے اور میں یہ چاہوں گا کہ اس چیز کو shun کیا جائے اور اس notionکو آگے لے کر نہ جایا جائےاور بہتر ہو گا اگر وزیر صاحب خود آ کر بات کو واضح کر دیں۔ شکریہ۔

جناب عبید الرحمٰن: پوائنٹ آ ف آرڈر۔ بات صرف اتنی ہے کہ ethnic cleansing and genocide کا لفظ بہت ہی مختلف معنی رکھتا ہے اور بہت ہی سخت معنی رکھتا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سٹیٹ institutions باقاعدہ State policies کے ذریعے involve ہیں ۔ معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ پارلیمنٹ کے اندر ان الفاظ کا استعمال مٹ کیا جائے ۔

Madam Deputy Speaker: Thank you. I would now request the honourable youth Minister of Youth, for Interior, Kashmir affair, Gilgit, Baltistan and FATA to give a statement.

جناب حفیظ اللہ وزیر (وزیر برائے نوجوان و صحت): جناب ، جمال نصیر جامعی صاحب اور جناب یاسر ریاض کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہو کہ انہوں نے ایک ایسے ایک ایسے issue کی طرف ہمارے تجوہ کو مبذول کروانا چاہ رہا تھا جو آج کسی ایک صوبے یا صرف

ایک علا قے کا issue ہے بلکہ پورا پاکستان اس کی لپیٹ میں ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس پر کچھ زیادہ کہہ سکوں ، میں چاہتا ہوں کہ پہلے ہم ان members کو موقع دے دیں جو ان حساس علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جنہوں نے یہ حالات دیکھے ہیں تاکہ ہمیں ان کے آنکھوں دیکھا حال کا بھی پتا چل سکے ۔

Madam Deputy Speaker: Thank you. If such persons wanted to speak, they should speak.

جناب حفیظ اللہ وزیر: میڈم میں نے دو نام دیئے تھے جن میں ایک عامر عباس اور دوسرا نام الوینہ رؤف جو گلگت بلتستان سے تعلق رکھتی ہیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی statement as a Minister دیں۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: میڈم سپیکر ! یہ ایک ایسا issue ہے کہ اگر میں اس کے بارے میں ایک statement دے دیتا ہوں تو پھر یہاں پر ایک debate start ہو جائے گی اس لیے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ ایوان کی بالادستی اور اپوزیشن کی نمائندگی کے لیے اس مسئلے کو Standing Committee for Interior Affairs, GB, FATA and AJK کو refer کر دیں۔

Madam Deputy Speaker: It is referred to the committee.

(Desk thumping)

Madam Deputy Speaker: Let us move to a resolution which has been proposed by Mr. Muhammad Taimoor Shah. I would request you to please read out and comment on it.

Mr. Muhammad Taimoor: Thank you very much Madam Speaker. I would like to move the following resolution:-

"This House is of the opinion that the Government be it federal or provincial should be enforced to fix the wheat support price above Rs. 950 per forty kilogram and that the procurement centre should be strictly monitored and the role of commission agents should be diminished."

میڈم سپیکر! اس resolution کو brief کرنے کے لیے مجھے تھوڑا سا وقت ضرور چاہیے۔ شاید میں ایسے علاقے سے تعلق رکھتا ہوں جو کوٹ اددو، مظفر گڑھ ملتان سے جسے wheat production اور دوسری زرعی commodities کے حوالے سے ایک fertile hub سمجھا جاتا ہے۔ ہمارا حالیہ wheat season from April till 1st week of July شروع ہوا ہے۔ مون سون وہ season ہوتا ہے جس میں

شروع ہو جاتی ہے تو حکومت وقت کا ایک harvesting کی wheat
ادارہ PASSCO ہے جو wheat کی storage اور اس کی procurement
price regulate کرتا ہے۔ Basically it is a regulator. یہ وہ سے کم نہیں ہونی چاہیے - ابھی میرے بھائی گل فام نے اس بات پر ایک نکتہ ضرور اٹھایا تھا کہ اب wheat کی price زیادہ ہے لیکن جو price ہے جو حکومت وقت 40 کلو (ایک من) کے لیے مقرر کرتی ہے۔ یہ statistics کے مطابق اس کی قیمت Rs. 940/- قیمت اس ادارے نے select کی ہے that is one thousand and fifty rupees per forty kilogram یہ جو پرائس ہے یہ statistics کے مطابق ساڑھے نو سو روپے سے فی من اگر کم ہو جائے تو اس سے گندم کے کاشتکار کو نقصان ہوتا ہے۔

جناب گلفام مصطفٰے: پوائنٹ آف آرڈر۔ میڈم سپیکر ! ایک ریٹ one thousand and fifty rupees per KG has already been fixed by the Government اور ہمارے معزز رکن حزب اختلاف مطالبہ کر رہے ہیں کہ Rs. 950/- سے زیادہ کرنے کے لیے ایک قرار داد پاس کی جائے میرے خیال میں یہ ایوان کے وقت کے زیاں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

جناب محمد تیمور: بہت شکریہ گلفام بھائی ! یہ جو resolution ہے یہ پہلے آئی تھی before the price which was set by PASSCO on the 7th April. لیکن resolution یہ ہے کہ یہ price 950/- سے کم نہیں ہونے چاہیے تھی - اس کے علاوہ اور بھی بات resolution میں ہے کہ جو procurement centers ہیں they should be strictly monitored جو کمیشن ایجنٹس ہیں جن کو ہم اپنی لوکل زبان میں آڑھتی کہتے ہیں ان کا رول کم ہونا چاہیے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو wheat کو hoard کر لیتے ہیں۔ اگر ایک ہزار پچاس روپے گندم کا ریٹ ہے جو حکومت نے set کیا ہے تو اس کے مقابلے وہ گیارہ سو روپے farmers کو دے دیتے ہیں اور یہ ان سے گندم خرید لیتے ہیں۔ اس کے بعد یہ shortage of wheat پورے ملک میں کرا دیتے ہیں جس طرح کہ آج سے ڈیڑھ سال پہلے آپ نے دیکھا ہو گا کہ wheat کی shortage ہو گئی تھی اور آٹا مہنگا ہو گیا تھا۔ اس کی basic وجہ یہی تھی کہ جو آڑھتی یا middle man ہے اس کے پاس گندم زیادہ ہو گئی تھی اور جو floors mills ہیں انہوں نے گندم hoard کر لی تھی جس کی وجہ گندم کی روٹی کا بازار میں deficit ہو گیا تھا۔ میڈم سپیکر! میرا یہ resolution ہے کہ اس price کو ساڑھے نو سو سے in case of the

other زیادہ ہونا چاہیے۔ PASSCO کا ادارہ گٹو یعنی بوریاں بھی farmers کو فراہم کرتا ہے۔ اب polythene اور jute کی بوریاں فراہم کی جا رہی ہیں۔ ایک من والا گٹو یا بوری کی قیمت 112 روپے ہے۔ اگر حکومت -/950 روپے سے کم گندم کی قیمت کرے گی تو پھر اس سے تو farmer کو نقصان ہو گا جس کی وجہ سے اگلے سال وہ گندم کی جگہ وہ گنا یا چاول لگائے گا۔ میرا resolution یہی ہے کہ wheat price Rs. 950/- سے زیادہ ہوں اور جو procurement centers ہیں جہاں گندم لائی جاتی ہے اور store کی جاتی ہے اور جہاں farmers کو پیسے دیے جاتے ہیں اس کی strict monitoring ہو اور middle man جسے ہم آڑھتی کہتے ہیں اس کا role ختم کیا جائے۔شکریہ

Madam Deputy Speaker: Thank you Mr. Tamur. I can see some of the members displaced from their original seats. I request them to move back to their own seats where your name is written. Yes, Gulfam Mustafa sahib would you like to say anything?

جناب گلفام مصطفےٰ: میں پہلے اس کا ذکر کر چکا ہوں کہ حکومت کی طرف سے گندم کا ریٹ ایک ہزار پچاس روپے مقرر کیا جا چکا ہے لیکن اس کے باوجود میں اپنے بھائی کو appreciate کرتا ہوں کہ انہوں نے ملک کے غریب کسانوں کے حقوق کے حوالے سے یہ point raise کیا۔ ہمارے ملک کی 75% آمدنی زراعت پر منحصر ہے اس لیے یہ ایک اہم point ہے۔ اب میری درخواست ہے کہ یہ point پہلے ہی cover ہو چکا ہے لہٰذا اس پر مزید debate کر کے ایوان کے وقت کو ضائع نہ کیا جائے۔

جناب محمد تیمور: میڈم سپیکر! قیمت تو الگ بات ہے لیکن procurement centres اور role of middle man یہ الگ چیزیں ہیں اور ان پر ابھی debate باقی ہے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی عمیر فاروق صاحب۔

جناب احمد نمیر فاروق: تیمور صاحب نے جو resolution پیش کی ہے اس میں انہوں نے کہا ہے کہ اگر آپ نے farmer کو relief دینا تو آپ wheat کی minimum price fix کر دیں اور اس کی قیمت اس سے نیچے نہیں ہونی چاہیے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف آپ نے farmer کو relief دینا ہے اور دوسری طرف آپ نے بھوک بھی مٹانی ہے۔ اگر آپ wheat کی price زیادہ کر دیں تو farmer کو تو relief مل جائے گا لیکن جو لوگ بھوکے مر رہے ہیں ان کے لیے بھی تو آپ گندم کی price کو کم کرنا ہے۔ اس کا حل یہ نہیں ہے کہ آپ

price کو ایک جگہ پر fix کر دیں ۔ آپ کو جو farmer کو incentives دینا ہے اس کے لیے بہت سے اور طریقے بھی ہیں۔ فارمر کو آپ relief دے سکتے ہیں یعنی electricity subsidy کے طور پر جس طرح کہ انڈیا میں ہے وہاں almost electricity farmers کے لیے فری ہے۔ آپ انہیں ٹیوب ویلز لگا کر دے سکتے ہیں ، آپ ان کو fertilizer پر subsidy دے سکتے ہیں تو اس کو incentives دینے کے اور طریقے بھی ہیں اس لیے آپ کو گندم کی minimum price fix کرنے کی ضرورت نہیں ہے ، آپ کو اتنا اچھا set up بنانا چاہیے کہ گندم کی price خود ہی نیچے آ جائے اور جو لوگ بھوک سے مر رہے ہیں ان کے لیے گندم بھی ان کی پہنچ میں لائی جائے۔

دوسری جو middle man role کی بات کی گئی تو وہ خود بھی اس بات میں clear نہیں ہے کہ آخر middle man کون ہے ، کیا وہ آڑھتی ہیں یا وہ floor mill owners ہیں۔

جناب محمد تیمور: میں اس کی وضاحت کرناچاہتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر کیسے وضاحت کر سکتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ Please let him finish.

جناب احمد نمیر فاروق: اس بارے میں بات کرنے سے پہلے انہیں یہ clarify کرنا چاہیے کہ کیا وہ floor mills کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ اس بارے میں بھی کافی اقدامات گورنمنٹ کی طرف سے کیے گئے تھے مثلاً ٹاسک فورس تشکیل دی گئی تھی جنہوں نے چھاپے مارے تھے اور پتا کیا تھا کہ کون سے فلور ملرز ہیں جنہوں نے ذخیرہ اندوزی کی ہوئی تھی اور اس پر کافی کام ہوا تھا۔ ہمارے بھائی گلفام نے جو بات کی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے کہ اس resolution پر کافی پہلے کام ہو چکا ہے اس لیے اس discard کر دینا چاہیے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی حماد ملک صاحب۔

جناب محمد حماد ملک: جناب سپیکر! میں اپنے معزز ممبران کی توجہ اس بات پر دلانا چاہوں گا کہ جو price رکھی گئی تھی اور جس چیز پر ہمارے معزز ممبر نے یہ resolution move کی ہے اس کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر کوئی بھی relaxation future میں دی جائے جیسے کہ ہم آٹے کا crisis گزار چکے ہیں تو اگر ہم گندم یا آٹے قیمت کم کریں گے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہوتا ہے کہ آپ گندم سستی خریدنا شروع کر دیتے ہیں۔ حکومت بہت کم compensation اپنے گلے میں ڈالتی ہے۔ آئندہ ایسا کوئی لائے عمل آئے تو گندم کی قیمت -/950

روپے کم نہ رکھی جائے کیوں کہ اس سے کسان کو زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے اور more than 70% ہماری آبادی زراعت پر انحصار کرتی ہے ۔ اگر ہم نے اس ملک کے غریب بندے کو relaxation دینی ہے تو وہ ہم ایک کسان کو relaxation دے کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ جہاں تک بات electricity prices کی ہے تو اس سے ہم already بہت بڑے energy crisis سے گزر رہے ہیں۔ ہم انہیں اس چیز میں relaxation نہیں دے سکتے ۔ پٹرولیم prices کے ہم already اتنے burden کا شکار ہیں کہ ہمارے پاس اپنی electricity generation کے لیے بھی پٹرول نہیں ہے۔ ہم اس میں بھی ان کو relaxation نہیں دے سکتے ۔ آخری چیز جو کسان کی relaxation کے لیے بنتی ہے کہ جب بھی حکومت اس سے گندم خریدے تو اس کی price fix ہو اور اتنی ہو کہ کسان کو نقصان نہ ہو۔ میڈم سپیکر! جہاں تک بات initiative کی ہے تو واقعی میں اپنے members کی بات سے agree کروں گا کہ last year پنجاب گورنمنٹ نے کافی initiatives لیے تھے جس میں خاص طور پر wheat price کی fixation اور middle man کے role کو تقریباً ختم کر دیا گیا تھا۔ پنجاب گورنمنٹ نے different areas میں اپنے centers قائم کیے تھے جو کہ directly چھوٹے کسانوں سے گندم خریدتے تھے جس سے middle man کا رول ختم ہو گیا تھا۔ جہاں تک اس ایوان میں یہ مسئلہ لانے کی بات ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں صرف پنجاب شامل نہیں ہے۔ اس میں سندھ ، بلوچستان، KPK گلگت بلتستان، آزاد جموں کشمیر شامل ہیں اور یہ سب پاکستان کا حصہ ہیں۔ اگر ایک صوبے میں کوئی اچھا کام ہو سکتا ہے تو پھر کیوں نہ اسے پورے ملک میں implement کیا جائے ۔ اس resolution کو معزز ممبران کے سامنے لانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اچھی چیزیں adopt کی جائیں اور پورے ملک کے کسانوں کو relaxation دی جائے تاکہ ستر فیصد آبادی کو relaxation مل سکے۔ اس طرح ہم اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کر سکتے ہیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی عمررضا صاحب۔

جناب عمررضا: میڈم سپیکر! جیسا کہ میرے بھائی نے کہا کہ گندم کے ریٹ بڑھا دیے گئے ہیں تو صرف گندم کے ریٹ ہی نہیں بڑھائے گئے ۔ گورنمنٹ کی طرف سے سپرے، کھاد ، پٹرول ڈیزل اور باقی کسانوں کو پانی بھی فراہم نہیں کیا جاتا۔ میں خود ایک کسان

ہوں اور اس کے علاوہ ٹریکٹرز کے ریٹ بھی بہت زیادہ بڑھا دیے گئے ہیں جو کہ اس کے لیے بہت زیادہ ضروری ہیں۔ میں اپنے بھائی کو بتا دوں کہ ماضی میں ہم نے آٹا یا گندم crisis میں گزارا ہے ، اس کی وجہ نہ گورنمنٹ تھی بلکہ اس کی وجہ ناقص سٹوریج تھی اور اس کی وجہ سیلاب تھی۔ سیلاب کی وجہ سے بہت زیادہ گندم ضائع ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ہمیں آٹا crisis کا سامنا کرنا پڑا۔

جناب محمد حماد ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔ آٹا crisis سیلاب سے پہلے آیا تھا۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب عمر رضا: میڈم سپیکر ! آئل اور گھی کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں اور اسی طرح آٹے کی قیمت بھی بڑھ رہی ہے لیکن کسان کو کوئی relief نہیں دیا جا رہا کیونکہ اگر کسان اپنی محنت کر کے فصل آڑھتی کے پاس لے کر جاتا ہے تو وہ اپنا کمیشن نکالتے ہیں اور کسان کو جس سے بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے تو مہربانی کر کے ان کے کمیشن کو کم کیا جائے اور ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ کسان خود جا کر اپنی گندم سٹور پر جمع کروا دے۔ ملک میں ابھی کوئی crisis نہیں ہے ۔ ابھی پچھلے سال کی گندم بھی سٹوروں میں پڑی ہے اور نئی گندم آنے والی ہے۔ ہمارے ملک میں اب گندم کا کوئی crisis نہیں ہے بلکہ اب تو ہم گندم کو export کرتے ہیں۔

جناب اسامہ محمود: میڈم سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ محترمہ ہمارا خیال تھا کہ ہمارا ٹائم زیادہ قیمتی ہے کہ اگر ایک دفعہ گندم کی ، پھر چاول کی اور پھر مکئی اور گنے کی قیمتیں decide کرنے بیٹھ جائیں گے تو دوسرے اہم issues رہ جائیں گے۔

Madam Speaker : It is not a point of order. Yes, Atiq-ur-Rehman sahib.

جناب عتیق الرحمن : شکریہ میڈم سپیکر۔ جیسے کہ میرے کچھ کسان بھائیوں نے بہت اچھی اچھی باتیں گندم کے ریٹ کے حوالے سے کیں تو کچھ نے کہا کہ -/1050 روپے گندم فی من کے حساب سے زیادہ ہے۔ کچھ نے کہا کہ -/950 روپے فی من سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ دیکھا جائے تو کسانوں کے لیے -/1050 روپے گندم فی من بھی کم ہے ۔ میڈم سپیکر ! جب ایک فیکٹری مالک اپنی چیز تیار کل لیتا ہے اس میں وہ سارے اخراجات ڈال کر ، تمام ملازموں کی تنخواہیں ڈال کر پھر وہ ایک ریٹ fix کر لیتا ہے تو ایک کسان کیوں نہیں ریٹ

فکس کر سکتا۔ ایک فیکٹری مالک تو اپنی چیز تیار کر کے اپنا ریٹ بھی فیکس کر لیتا ہے۔ اسی طرح کسان بھی تو وہی چیز پیدا کر رہا ہے تو وہ rate fix کیوں نہیں کر رہا اس میں حکومت کو یہ چاہیے کہ جتنی بھی چیزیں کسان پیدا کرے تو stake وہ چیز خریدے اور عالمی منڈیوں تک اس کو پہنچائے۔

اس کے علاوہ میر ے ایک بھائی نے سبسڈی کی بات کی کہ کسانوں کو سبسڈی دی جائے۔ اگر سبسڈی دینی ہے تو ٹارگٹ سبسڈی دی جائیں ویسے سبسڈی نہ دی جائے۔ اگر فرض کیا سبسڈی دیتے ہیں تو اس کا فائدہ تو بڑے بڑے زمینداروں کو ہو گا جن کے چار چار سو ایکڑ ہیں وہ سارا فائدہ اٹھا جائیں گے اور چھوٹے کسان تک تو کچھ بھی نہیں پہنچے گا۔ اگر سبسڈی دینی ہے تو ٹارکٹ سبسڈی دی جائےاورپانچ ایکڑ سے کم رقبے والے سبسڈی دی جائے اور ٹارگٹ سبسڈی دی جائے اس چیز پر عمل کروایا جائے نہ کہ overall subsidy دی جائے۔ شکریہ میڈم۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: محترمہ مہرین سعیدہ صاحبہ۔

محترمہ مہرین سعیدہ: میڈم سپیکر! پہلے تو مجھے اس بات پر حیرت ہو رہی ہے بہت سے معزز ممبران یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ایسا issue ہے جیسے discard کر دینا چاہیے، بات نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں صرف گندم کی price کی بات نہیں ہوئیں بلکہ بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ اگر آپ overall دیکھیں تو پوری دنیا کی انسانی زندگی کی جنگ بھوک کے پیچھے ہوتی ہے۔ یہ اتنا بڑا important issue ہے۔ پاکستان جیسے زرعی ملک کے لیے اس resolution میں بہت سارے aspects کو چھویا گیا ہے اگر اس پر غور کیا جائے۔ اس resolution میں بہت ساری چیزوں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

میڈم سپیکر ! یہاں بہت سارے لوگ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ یہ middle man کونا ہوتا ہے۔ کسان جو ہماری فصلیں اگاتا ہے ، پھر اس کے بعد ہم تک اس کے آنے کا فاصلہ جن لوگوں کے ذریعے طے ہوتا ہے وہ middle manکا کردار ادا کرتے ہیں۔ یعنی بیچ میں جو آدمی گندم purchase کر رہا ہے اور یہ ہم تک پہنچ رہی ہے وہ middle man ہے۔اب یہ middle man سب سے زیادہ فائدہ اٹھا رہا ہے اور عوام اس سے مہنگی چیزیں خریدتی ہے۔ میرے ایک بھائی نے کہا کہ کسان price کیوں fix نہیں کر سکتا ۔ دیکھیں کسان نے price fix نہیں کرنی، اس کے لیے ایک national strong, solid policy ہونی چاہیے

جو حکومت کی طرف سے آئے کہ اگر اتنی فصل کی پیداوار فی ایکڑ ہوتی ہے تو اس کے بعد اتنا فی صد ہم کسان کو دیں گے ، اتنے فی صد middle man لے گا اور عوام تک اتنے فیصد منافع لگ کر وہ پہنچے گی ۔ اس چیز کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر facilities کی باتیں کی گیئں کہ آپ subsidy نہ دیں، بجلی مہنگی ہے، پانی نہیں مل رہا یہ سب باتیں ٹھیک ہیں ۔ اس میں ایک اور کام بھی کیا جا سکتا ہے کہ ان چیزوں کو اب technology کی طرف لایا جائے۔ جہاں ہم اتنی چیزوں پر investment کر رہے ہیں وہاں پر ہم ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ بجائے بجلی free کر نے کے latest technology کو استعمال کر کے فصلوں کا growth rate بڑھایا جائے اور اس طرح ہم اپنی برآمدات میں بھی اضافہ کر سکتے ہیں ورنہ ہم درآمدات ہی کرتے رہیں گے۔

جناب گوہر زمان: پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ modern technology کی بات کر رہی ہیں اس سے تو مزید چیزیں مہنگی ہو جاتی ہیں ۔

محترمہ مہرین سعیدہ: میں نے عرض کی کہ جہاں پر ہم اتنی چیزوں کے اوپر خرچہ کر رہے ہیں وہاں پر اس کے اوپر بھی investment کی جائے کیونکہ سب سے important چیز یہی ہے ۔ دیکھیں ! اگر ایسا کیا جائے کہ ہر چھوٹے چھوٹے گاؤں میں، ضلعوں میں جہاں پر ہماری فصلیں ہیں وہاں پر چھوٹے local area centers قائم کر دیں ۔ مثال کے طور پر ایک کسان نے زمین پر فصل اگانی ہے وہ مٹی کی خاصیت کو چیک کروانے کے لیے کیا کرے گا ، کیا وہ مٹی لے کر شہروں میں جائے گا اور وہاں جا کر وہ اسے چیک کروائے گا کہ آیا یہ فصل میری زمین پر اگ سکتی ہے یا نہیں ۔ اگر اس کو یہ چیزیں وہی پر available ہو جائیں، اس کو تھوڑی سے technicalities, expertise وغیرہ وہی پر مل جائے تو پھر اس میں بہتری آ جائے گی اور فصل کا growth rate بڑھ جائے گا۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی جناب سلمان خان شنواری صاحب۔

جناب سلمان خان شنواری: میڈم سپیکر ! آپ کی بڑی مہربانی۔ محترمہ یہاں پر کچھ لوگوں نے points raise کیے ہیں کہ گندم کی price کی ایک maximum limit بڑھا دینی چاہیے۔ یہ بات تو ان کی صحیح ہے کہ 50% یا 60% لوگ اس ملک میں farmers ہیں لیکن اس پچاس فیصد سے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک غریب آدمی ہے

بلکہ ان میں سے کافی آبادی ایسے لوگوں کی ہے جنہیں feudal lords کہتے ہیں اور زمینیں ان کے ہاتھ میں ہیں۔ ایسا تو کوئی فارمولا نہیں ہے کہ غریب کسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے اور اس سے feudal lords کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اس سے الٹا affect یہ ہو گا کہ جو امیر ہے وہ اور امیر تر ہوتا جائے گا۔

میڈم سپیکر! میر ے دوست عمیر اور عتیق صاحب بہت خوبصورت بات اٹھائی تھی کہ ایک targeted subsidy ہونی چاہیے۔ آپ کو غریب farmers کو مدد دینی چاہیے۔ اس کے علاوہ آپ land reforms لائیں مگر جو past میں land reforms ہوئیں اس طرح کی نہیں بلکہ proper land reform لائیں جس میں feudal lords سے land لے لی جائے اور اس کی maximum limit رکھی جائے اور اس کو implement کیا جائے اور اسے غریبوں کو دیا جائے۔ میں یہاں پر یہ بات بتانا پسند کرتا ہوں کہ ساٹھ فیصد آبادی وہ دو ڈالر فی دن سے کم پر رہتی ہے۔ اب اگر 2 dollar per day کی آبادی کو آپ کہیں کہ آٹے کی قیمت زیادہ ہو رہی ہے ۔ اگر میں ان کی جگہ پر ہوں گا تو میں تو بغاوت شروع کر دوں گا ، سیدھی سی بات ہے۔ اگر آپ ان سے یہ expect کرتے ہیں تو میں اس کو accept نہیں کر سکتا۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ land reforms لائیں یا subsidies ہوں اور یہ دونوں چیزیں بھی عمل لائی جا سکتی ہیں لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ feudal lords کو پیسے نہ جائیں بلکہ جو غریب کسان ہیں ان کو پیسے جائیں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی یاسر ریاض صاحب۔

جناب یاسر ریاض : محترمہ! ہمیں food prices یا wheat prices کو set کرتے ہوئے دو چیزوں کو خیال رکھنا چاہیے۔ ایک تو یہ ہے کہ ہم اپنے کسان کو secure کر رہے ہیں اور نمبر ۲ ملک کی overall food security situation کیا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ پاکستان کی ساٹھ فیصد آبادی سے زیادہ food insecure ہے اور وہ اپنی nutritional needs کو پورا نہیں کر پا رہی ۔ اس صورت میں جب ہم food or wheat کی high price set کرتے ہیں تو یہ چیز consumers کو affect کرتی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ consumers جو ہیں وہ producers سے زیادہ ہیں۔ مختصر بات یہ ہے کہ یہ بہت اچھی پالیسی ہے کہ ہم food price کو کسی ایسے point پر fix کریں جو farmers کے لیے problematic نہ ہو لیکن in long run ہمیں یہ سوچنا چاہیے

کہ ہم اس طرح سے subsidies دیں جس سے ہماری food prices low ہوں اور کسان بھی secure رہیں۔ اس طرح سے ہمارے ملک کی food security situation بھی بہتری کی طرف جا سکے گی۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترم جناب عمیرصاحب۔

جناب عمیر نجم : شکریہ۔ اس resolution میں جو چیز میری سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ محترم تیمور صاحب نے صرف wheat کی price کو ایک level پر لے جانے کی بات کی ہے اور جس چیز کی انہوں نے نشاندہی کرنا چاہی ہے وہ یہ ہے کہ محنت کش کو اس کی مزدوری کا صحیح صلہ نہیں ملتا اور اس کا فائدہ کوئی اور اٹھاتا ہے جو اس چیز کو آگے تک پہنچاتے ہیں اور یہ پاکستان کے کسانوں کے لیے بہت بڑا المیہ ہے۔ اگر آپ دنیا کے کسی بھی ترقی یافتہ ملک کو دیکھ لیں تو وہاں کے کاشت کار کو اس کی محنت کا پورا صلہ ملتا ہے۔ جہاں تک ان کی resolution کا مقصد میری سمجھ میں آیا کہ کاشت کار، مڈل مین اور صارفین کے درمیان price fixing اس طرح سے کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ فائدہ کاشت کار کو ملے اور اس کی انکم میں اضافہ ہو۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب فہد مظہر علی صاحب۔

جناب فہد مظہر علی: شکریہ میڈم سپیکر۔ میں اس ایوان کی توجہ اس ریزولوشن پر اس طرح دلانا چاہوں گا کہ prince کے بعد جیسے انہوں نے پہلے discuss کیا کہ یہ resolution جب formulate کی گئی اور آگےPILDAT Secretariat کو بھیجے گی اس کے بعد اور آج کے سیشن سے پہلے ایک واقعہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے حکومت نے گندم کی price کو increase کر دیا ہے لیکن اس resolution کے اندر جس point پر stress کی گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت کسی فصل یا چیز کی قیمت attractive نہیں رہتی تو پھر کیا ہوتا ہے کہ کسان وہاں سے switch کر کے جو فصل more attractive ہوتی ہے اس کو grow کرتے ہیں جس کی وجہ سے جو ہماری basic necessity ہے اس میں قلت واقع ہو جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں رہنے والے باشندوں کی روزانہ خوراک پر اگر نظر ڈالیں تو گندم کی بنی ہوئی روٹی زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے ایک معزز نے تجویز دی کہ commodities کی prices کو regulate نہیں کرنا چاہیے اور انہیں freeze بھی نہیں کرنا چاہیے تو یہ جن markets کی بات کرتے ہیں وہ perfect markets ہوتی ہیں جہاں پر demand and supply

قیمتوں کو determine کرتی ہیں لیکن یہاں پر مقدس مہینے رمضان میں قلت show کر کے روٹی کی قیمت بڑھا دیتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور اس حیثیت سے اسلام ہمیں درس دیتا ہے کہ لین دین ایمانداری پر مبنی ہونا چاہیے۔ جب معاشرے کے حالات ایسے ہوں کہ جب prices increase ہو جاتی ہیں اور commodities کی جو انسانی کی بنیادی ضروریات پر مبنی ہوتی ہیں تو ایسی صورت میں ہم کیسے نہیں کہہ سکتے کہ حکومت کا وہ اداراہ جو اپنی writ قائم کرتا ہے وہ لوگوں کو relief دینے کےلیے prices پر بار نہ لگائے۔ میں کہتا ہوں کہ بار ضرور لگنی چاہیے ۔ اس کے اثرات manifolds ہوتے ہیں۔ ایک تو shortage نہیں ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہماری کوئی production کم ہے مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ کسان کے پاس کوئی incentive نہیں ہوتا کہ وہ اس بنیادی انسانی ضرورت کی cropکو grow کرے یا اس میں investment کرے۔ آپ جانتے ہیں کہ calamities بھی آ سکتی ہیں جیسا کہ اس ملک فلڈ آیا ۔ In the end I request all the parliamentarians کہ اس ground کے اوپر اس resolution کو adopt کیا جائے اور یہ اصولی بات ہے۔ ہمیشہ یہ کوشش کی جاتی ہے کہ جہاں پر principles ہوتے ہیں وہاں پر حکومت کو بھی ہم نے support کیا ہے and there is nothing wrong in this resolution. بہت شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب محمد تیمور شاہ صاحب آپ کوئی amendment کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد تیمور شاہ: میڈم سپیکر صاحبہ ! اس سے پہلے کہ میں amendment لاؤں اس سے پہلے میں ایک clarification دینا چاہتا ہوں کہ کچھ لوگوں کی سمجھ میں middle man کا لفظ نہیں آیا ۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ یہ ایک vague term ہے ۔ مثال کے طور پر میں ایک کسان ہوں اور میرے پاس crop اگانے کے لیے پیسے بھی نہیں ہیں اور بیج بھی نہیں ہے۔ آڑھتی جس کے لیے مڈل مین کا لفظ استعمال کیا جا رہا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ بھئی میں تمہیں بیج بھی دیتا ہوں ، فرٹیلائزر بھی دیتا ہوں، تم اپنی زمین پر یہ گندم لگاؤ یعنی تم میرے پیسے سے investment کرو اور جب یہ گندم finishing stage پر ہو گی تو تم یہ گندم مجھے ہی اتنے rateپر بیچو گے۔ اب گورنمنٹ نے تو اپنا rate مقرر کیا ہوتا ہے لیکن آڑھتی کے ساتھ ایک farmer کی ایک deal fix rate پر ہو گئی ہوتی ہے تو اس مزارعین

آڑھتیوں کے ہاتھوں بیچنے پر مجبور ہو تے ہیں کیونکہ انہوں نے مشکل وقت میں ان کا ساتھ دیا ہوتا ہے۔ لہذا مڈل مین یہی entity ہے جسے آڑھتی کہتے ہیں۔ میری resolution کا پہلا part یہ ہے کہ

"The Government be it the federal or provincial should enforce to fix the wheat support price above Rs. 950/- per 40 KG."

اب تو حکومت نے گندم کی قیمت -/1050 روپے فی ۴۰ کلوگرام مقرر کر دی ہے - The amendment can be کہ ہم اس کو اس طرح کر لیں کہ

"The House is of the opinion that the Government be it federal or provincial should strictly monitor the wheat procurement centres and role of commission agents should be diminished."

اب ہم resolution سے -/950 روپے والی omit کر دیتے ہیں۔

Madam Deputy Speaker: Can you please restate it?

Mr. Muhammad Taimoor Shah: I read it again that "The House is of the opinion that the Government be it federal or provincial should strictly monitor the wheat procurement centres and diminish the role of commission agents."

Madam Deputy Speaker: Ok, thank you. Now I put the resolution to this House that "the House is of the opinion that the Government be it federal or provincial should strictly monitor the wheat procurement centers and diminish the role of commission agents."

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: Now we have Mr. Muhammad Umar Riaz and Mr. Umair Najum and Mr. Siraj Deen Memon they would like to move the motion. I request Mr. Muhammad Umar Riaz to read out motion.

Mr. Umar Riaz: Thank you Madam Speaker. I beg to move that

> "This House is of the opinion that immediate action should be taken for ensuring durable peace in Karachi; the countries economic hub. The elements responsible for law and order situation in Karachi deserve no leniency and should be dealt with an iron fist."

Madam Speaker, today Karachi burns once again. We have seen the massacre due to the political tug of war between the political parties. The political opponents are being targeted and use

of violence in the political arena has become a day time story. It is the need of the hour that the tails of de-weaponization of Karachi city have been on repetitive mode time and again and it is very much complimentary for the Government that immediate action should be taken that would lead to the de-weaponization of the Karachi that can avoid further bloodshed in the economic hub of our country because we don't have peaceful Karachi that would hinder the foreign investments within the country because Karachi is supplying the 70% of Pakistan's GDP and a violent Karachi would be a disaster for Pakistan's economy at large. If Karachi is not at peace, Pakistan is not at peace. Pakistan's economy is not at peace. So, it is the need of the hour that all those who are responsible, whoever they might be whether they are sitting in the Government parties, whether they are Government allies, they should be dealt iron fist and they should be brought to the book in accordance with the procedures laid down by the law of the land. Therefore, the Government benches totally demand that an immediate judicial commission should be established and we totally appreciate the Supreme Court's verdict on that, that the hearing on the recent killings in Karachi we totally support whatever has been said by the Supreme Court on that and we said that all that has been said on the verdict should be implemented in letter and spirit, that should not be just a game of words that should be something that should be done practically and on practical grounds. This should be done to ensure durable peace in Karachi so that we can have strengthened economy, we can have strengthening Pakistan and we can move towards a Pakistan which is having an economy which is reliable for the foreign investors. Thank you very much.

Madam Deputy Speaker: Thank you. Yes, Umair Najum sahib.

جناب عمیرنجم: کراچی جو پاکستان کا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا شہر ہے۔ کراچی ایسا شہر ہے جہاں پورے پاکستان کے مختلف علاقوں سے آکر لوگ بستے ہیں۔ یہاں پاکستان کی ساری قومیتیں بستی ہیں۔ اس کو منی پاکستان کہا جاتا ہے۔ یہ اس وقت خون کے آنسو رو رہاہے۔ وہاں پر خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ وہاں پر target killing, extortion, land grabbing, law and order, street crimes and different ethnic and racial issues create ہو رہے ہیں۔ میڈم سپیکر ! یہ

جتنے بھی issues ہیں ان کی وجہ سے کراچی جو پاکستان کا economic hub ہے وہ جل رہا ہے۔کراچی میں پاکستان کی سب سے بڑی پورٹ ہے۔ یہ issues کراچی کی economic efficiency derail کر رہے ہیں اور پاکستان کو معاشی طور پر نقصان ہو رہا ہے۔ کراچی میں target killing امن کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے ۔ اس target killing کی وجہ سے مختلف پارٹیوں کے درمیان rift پیدا ہوتی ہے۔ عموماً جو لوگ target killing کا شکار ہوتے ہیں ان کا کسی پارٹی کے ساتھ تعلق ظاہر کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس علاقے میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

میڈم سپیکر! کراچی میں جو law enforcement agencies ہیں ان کو high profile لوگوں کو proper security مہیا کرنی چاہیے اور ان کی سکیورٹی کو یقینی بنانا چاہیے۔ کراچی کا ایک بہت بڑا مسئلہ extortion ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ اپنا business کراچی سے شفٹ کر رہے ہیں ۔ وہاں پر extortion کے نام پر بھتہ وصول کیا جاتا ہے ، پہلے کراچی میں صرف ایک ایجنسی یا پارٹی extortion کرتی تھی لیکن اب بہت سی پارٹیاں extortion میں حصہ دار بن گئی ہیں جس کی وجہ سے کراچی کے حالات مزید بگڑ گئے ہیں۔ سپریم کورٹ نے جب اس پر suo moto action لیا تھا تو وہاں پر بھی یہ واضح طور پر سامنے آ گیا تھا کہ کراچی کی جو situation ہے اس میں کراچی میں موجود سیاسی جماعتوں کا بہت بڑا role ہے۔ اگر کراچی میں تمام سیاسی پارٹیاں ایک متفقہ لائحہ عمل اختیار کریں تو اس مسئلے پر کافی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ extortion کے لیے ایک extortion cell بنانا چاہیے کہ اگر کسی ایریا میں extortion ہوتی ہے تو اس کو کیسے cover کیا جائے اور پاکستان کے Criminal Acts میں extortion کی سزا بہت کم دی گئی ہے جو کہ تین سال ہے اور وہ بھی "may be" ہے۔ یہ بہت کم سزا ہے ۔ اس سزا کو بھی بڑھانا چاہیے اور ہمارے legislative assembly کے جو ممبرز ہیں ان کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

میڈم سپیکر! کراچی میں ایک اور بہت بڑا مسئلہ land grabbing ہے۔ یہ ایک مافیا کی شکل اختیار کر گیا ہے اس وجہ سے بھی کراچی کی مختلف قومیتوں اور سیاسی پارٹیوں کے درمیان بہت بڑی rift پیدا ہو گئی ہے۔ گورنمنٹ کی ایجنسیوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ جن کی زمینیں ہیں انہی کے پاس رہنی چاہییں اور انہی

کا ان پر حق ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی gang بندوق کی نوک پر یا راکٹ لانچر کے استعمال سے زمین پر قبضہ کر لے اور وہاں پر وہ آباد ہو جائیں۔

میڈم سپیکر! کراچی میں street crimes پاکستان کے دوسرے حصوں سے کہیں زیادہ ہیں اور یہ بہت ہی خطرناک صورتحال ہے کیونکہ میں خود کراچی میں رہتا ہوں۔ مجھے گھر سے باہر نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کل میں ساتھ کچھ ہو نہ جائے یا کوئی مجھ سے کوئی چیز چھین نہ لے اور یہیں کیفیت کراچی میں موجود ہر اس شخص کی ہے جو اپنے ساتھ تھوڑا بہت مال و اسباب لے کر گھر سے باہر نکلتا ہے۔ کراچی میں different small sectors میں سکیورٹی ایجنسیوں کو ناکے بنانے چاہیں تاکہ ہو کراچی کو properly cordon off کر سکیں اور جن areas میں street crimes زیادہ ہو رہا ہے وہاں پر security cameras اور different technological measures کو لیناچاہیے اور ایسے اقدامات کراچی کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے لینے چاہییں۔ کراچی کے اور بھی بہت سارے مسائل ہیں لیکن یہ چیدہ چیدہ مسائل ہیں جن کے اوپر legislation ہونی چاہیے اور جو بھی پہلے ترمیمات ہو چکی ہیں ان کی مزید ترمیم ہونی چاہیے اور ان crimes کے لیے سخت سے سخت سزا مقرر ہونی چاہیے اور ایجنسیوں کو بھی وہاں پر proper action لینا چاہیے۔

Madam Deputy Speaker: Thank you. Yes, Sirajdin Memon sahib.

جناب سراج الدین میمن: میڈم سپیکر صاحبہ! ایک ڈکٹیٹر آیا اور اس نے نہ صرف پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا بلکہ پورے ریجن کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور کراچی کے امن کو تباہ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم land grabbing, street crimes وغیرہ جیسے مسائل کا شکار ہیں۔ عمیر نجم نے اپنی کافی presentation اس پر دے دی ہے۔ میں تھوڑی سی history اس کے متعلق دینا چاہوں گا اور بعد میں اس کا solution کا ذکر بھی کروں گا۔

میڈم سپیکر! ضیاء صاحب جو ایک ڈکٹیٹر تھے جب وہ آئے تو انہوں نے لسانی اور مذہبی بنیادوں پر کراچی میں groups بنانے شروع کر دیے اور گروہ ایسے خطرناک بنے کہ وہاں کی قومیں آپس میں لڑنا شروع ہو گئیں اور کراچی میں bargaining کے لیے چھپ چھپ کر کلاشنکوف کا استعمال ہونا شروع ہو گیا۔ اب ایک بندہ برطانیہ

میں قتل ہے اور ایک British nationality holder کے اشارے پر پورے کراچی کو جلا دیا جاتا ہے۔ میڈم سپیکر ! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک British nationalist کے اشارے پر پورے کراچی میں آگ لگا دی جاتی ہے۔ پرسوں مجھے اتفاق ہوا کہ میں نے دیکھا کہ British Counsel General سیاسی پارٹیوں سے ملاقات کر رہے تھے۔ اب میڈم سپیکر! ہمارے صوبائی وزراء اور وفاقی وزراء کہاں ہیں کیا وہاں پر ان کی writ نہیں چلتی؟ یہاں تو اندھیر نگری ہے۔ یہاں پر ایک بہت بڑا مسئلہ ہے یہاں پر پہلے ایک سیاسی پارٹی تھی جس نے بھتہ خوری ، بوری بند ، کلاشنکوف اور T.T culture کو رواج دیا ۔ وہ پارٹی متحدہ جسے میں قومی موومنٹ نہیں کہوں گا بلکہ اسے میں متحدہ قتل و غارت موومنٹ کہوں گا۔ انہوں نے اس کلچر کو شروع کیا۔ جب یہ متحدہ قومی موومنٹ آگے آنا شروع ہوئی تو ہر ڈکٹیٹر نے اس کو protect کیا۔ مشرف نے اپنے tenure کو prolong کرنے کے لیے اسے اپنی protection مہیا کی ۔ اسی طرح دوسری پارٹیاں ہیں جیسے عمر نجم صاحب نے کہا کہ یہ منی پاکستان ہے اور ہر پاکستانی کا حق ہے کہ وہ کہیں بھی رہ سکتا ہے۔ اب یہ ایک پارٹیاں ہے اور اس نے ایک ذہن بنا لیا ہے کہ کراچی میں اس کا ہی rule چلے گا۔ جس نے کراچی کو economically control کیا اس نے پورے پاکستان کو کیا۔ اب وہاں دوسری قومیں بھی رہتی ہیں انہوں نے اس کی دہشت گردی کو two decades تک برداشت کیا ۔ اب ظاہر ہے جو دوسری قومیں یہاں پر آئیں گی وہ بھی اپنے آپ کو protect کرنے کی کوشش کریں گی اسی سلسلے میں ANP and PPP بھی سامنے آ گئیں اور سب نے اس کو ہوا دینا شروع کر دی۔ اب پولیٹکل فیکٹر بڑھا اگر سب مل کر بیٹھیں تو اس کو دور کیا جا سکتا ہے۔

میڈم سپیکر! اب یہ کیسے ہو گا۔ سب سے پہلے بات یہ ہے کہ کراچی ایک منی پاکستان ہے، اردو والا یہ سمجھے کہ یہ میرا پٹھان بھائی ہے اور پٹھان یہ سمجھے کہ اردو والا میرا بھائی ہے۔ بلوچی یہ سمجھے کہ کہ کراچی پاکستان کا bread and butter ہے ۔ یہاں فاٹا، بنوں اور باجوڑ سے لوگ دیہاڑی لگانے آتے ہیں اور یہاں وہی زیادہ شہید ہوتے ہیں ۔ یہ سمجھ لیں کہ جو بھی یہاں آتا ہہے وہ bread and butter کے لیے آتا ہے۔کراچی سب کا ہے کسی ایک پولیٹکل پارٹی کا نہیں ہے، کسی ایک قومیت کا نہیں ہے۔ اردو سپیکنگ ، سندھی، مہاجر میمن اور بروہی وغیرہ یہ کسی کا نہیں ہے کیونہ Karachi belongs to

all Pakistanis یہ ایک trend ہونا چاہیے لیکن سب سے پہلے اس کو ختم کرنے کے لیے یہ ہونا چاہیے کہ ابھی جو next elections آ رہے ہیں وہاں پر آپ آرمی deploy کر دیں ، ٹھپہ مافیا کو ختم کر دیں، وہاں پر لوگ ڈرتے ہیں۔ بندہ لندن میں مارا جاتا ہے ، پورا کراچی جلا دیا جاتا ہے۔ پٹھانوں کی ہوٹل جلائے جاتے ہیں، بسیں جلائی جاتی ہیں، بیچارے اردو سپیکنگ جو شیر شاہ میں رہتے ہیں ان کو مارا جاتا ہے۔

میڈم سپیکر ! اب solution کی طرف آنا چاہوں گا کہ ایک پارلیمنٹ میں ایک بل لانا چاہیے deweaponization from Karachi not from Pakistan, gradually Pakistan کی طرف جانا چاہیے۔ کراچی میں جتنا بھی اسلحہ پڑا ہوا ہے ، یہ اسلحہ اتنا وزیرستان میں نہیں جتنا کراچی میں ہے، رحمٰن ملک صاحب کہتے کہ کراچی میں جو اسلحہ آتا وہ اسرائیل سے آ رہا ہے۔ میں یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسلحہ کون لے کر آ رہا ہے اور وہ کیسے اندر داخل ہو گیا۔ کیا آپ کے پاس securities نہیں ہیں۔ تھرڈ فیکٹر ملوث ہوتا ہے ، وہ تھرڈ فیکٹر کونسا ہے مجھے آج تک اس کا پتا نہیں چلا۔ کراچی کے لوگ سب مل کر رہنا چاہتے ہیں، صرف اپنی bargaining کی وجہ سے، ایک mentality کی وجہ سے پورے کراچی کا امن تباہ کیا ہوا ہے ، کراچی جب ایک دن disturb ہوتا ہے تو میڈم سپیکر ! پورے پاکستان کو جو لیکسوں میں loss ہوتا ہے وہ 6 billion rupees ہوتا ہے۔ This is the report of Karachi, Chamber of Commerce. میری ہاؤس کو یہ تجویز ہے کہ جتنی بھی پاکستانی کی قومیتیں یہاں رہتی ہیں ان کے خلاف وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں deweaponization کا کام شروع کریں۔ سب سے پہلے کراچی میں۔ اگلا الیکشن ملڑی کے زیر انتظام ہو ۔ تیسری بات یہ ہے کہ جتنی بھی قومیتیں ہیں ان کے درمیان کلچر ل پروگرامز ہونے چاہییں تاکہ ان کے درمیان جو سندھی، بلوچی ، مہاجر کا racism ہے وہ ختم ہو جائے جو ضیاء الحق سے پہلے نہیں تھی اور یہ ضیاءالحق کے آنے کے بعد یہ پروان چڑھی تو پروان چڑھی ہے یہ ختم بھی ہو سکتی ہے ۔ یہ بیماری جیسے آئی ہے اسی طرح یہ ختم بھی ہو سکتی ہے ۔

میڈم سپیکر! میں آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہاؤس میں ایک legislation یہ بھی ہونی چاہیے کہ جو شخص باہر بیٹھ کر پوری کراچی کو یا پوری پارٹی کو چلا رہا ہوتا ہے اس کو political parties Act کے تحت ban کر دینا چاہیے۔ پاکستان کے اندر جو بھی

سیاست کرنا چاہتا ہے he should come to Pakistan and should represents his party. شکریہ میڈم۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب محمد ظفر صدیق صاحب۔

جناب محمد ظفر صدیق : میڈم سپیکر! ایک اندازے کے مطابق کراچی میں ابھی تک جتنے بھی لوگ مارے جا چکے ہیں ان کی تعداد 1965 اور 1971 کی جنگ سے زیادہ ہے اور بوسنیا سول وار سے زیادہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کراچی کے مسئلے کا حل کیا ہے۔ دنیا میں 2004 میں random survey ہوا تھا جس میں اندازہ لگایا گیا تھا کہ دنیا میں جتنے بھی مافیا وارز ہوئی ہیں ان کو کس طرح tackle کیا گیا۔ 93% مافیا وارز کو پولیس کے ذریعے یا پولیٹکل ڈائیلاگ کے ذریعے tackle کیا گیا۔ صرف سات فیصد فوج کے ذریعے tackle کیا گیا۔ فوج ایکسپرٹ نہیں ہوتی کہ وہ سول علاقوں میں آ کر معاملات کو solve کرے جب کہ پولیس کو پتا ہوتا ہے کہ فلاں محلے میں کونسا ڈکیٹ ہے ، کونسا چور ہے اور کونسا target killer ہے۔ کراچی کے مسئلے کو حل کرنا ہے تو ہمیں neutral and competent police لانی ہو گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ local government system کو strong کرنا ہو گا اور ethnic bargain ہونی چاہیے۔

میڈم سپیکر! بد قسمتی تو یہ ہے کہ اس ملک میں 1971 کا incident ہو جاتا ہے۔ اس ملک میں operation Gibraltar کا misadventure ہو جاتا ہے، کارگل کا misadventure ہو جاتا ہے۔ تین وزیر اعظم قتل ہو جاتے ہیں، نواب اکبر بگٹی کا قتل ہو جاتا ہے، کوئی investigation نہیں ہوتی، کوئی report نہیں بنتی، کوئی مجرم نہیں پکڑا جاتا اور کسی مجرم کو سزا نہیں ہوتی۔ اس resolution میں جو recommendation پیش کی گئی ہیں یہ ساری implementable ہیں اور یہ implement ہو سکتی ہیں لیکن معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ پاکستان میں سب کتابی باتیں implement نہیں ہو سکتیں جب تک عوام پریشر گروپ بنا کر گورنمنٹ کو pressurize نہیں کرے گی کہ ہمارے یہ مسائل ہیں اور ان کو اس طرح سے حل کیا جائے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ محترم جناب حماد ملک صاحب۔

محمد حماد ملک : جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہاں اس resolution میں correction کروانا چاہوں گا۔ اس resolution میں کہا گیا ہے کہ

“The elements responsible for the law and order situation in Karachi deserve no leniency and should be dealt with an iron fist.”
کیا یہ statement ایک political یا ایک legislator کو suit کرتی ہے؟ آیا یہاں پر ہم political members or legislators or dictator کی حیثیت رکھتے ہیں؟ ایک ڈکٹیٹر اس وقت کہتا تھا کہ میں بلوچوں کو ادھر سے hit کروں گا جہاں سے انہیں پتا بھی نہیں لگے گا تو کیا یہ statement اسی قسم کی ہے جیسے ”dealt with the iron fist“ ہم اس طرح کیسے کر سکتے ہیں جہاں کراچی میں رہنے والے پاکستانی ہی ہیں۔

Mr. Umar Riaz: Madam Speaker! All those who are responsible for violating any law should be dealt with iron fist. This is what says by the law of the land. This is not something which is unlawful. Thank you.

Madam Deputy Speaker: Thank you.

جناب محمد حماد ملک: میں اسی کو detail میں بتانا چاہوں گا جس کے لیے میں نے یہ بات کی ہے کہ جب کبھی بھی ہم نے اس طرح کی کوشش کی ہے وہ کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ 1992 کراچی کا نصیر اللہ بابر کا ہی آپریشن ہی دیکھ لیں ۔ ساری پولیس کو نکال کر کےKPK سے پولیس بلائی گئی، آپریشن کیا گیا ۔ کیا ہوا ؟ سب کے سب بھاگ گئے۔ آج دوبارہ کراچی اسی situation پر ہے، دوبارہ اسی طرح قتل و غارت ہے، دوبارہ اسی طرح target killing ہے۔ میرے بھائیوں نے MQM کی بات کی ۔ ایم کیو ایم بھی رجسٹرڈ پارٹی ہے، مہاجروں کو اگر وہ حقوق دلانے کی بات کرتی ہے تو وہ اپنے موقف پر قائم ہیں اور مہاجر بھی اس وقت پاکستانی ہی ہیں جو کہ اس پارٹی میں موجود ہیں۔

معزز ممبر۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ ہم نے ایم کیو ایم پر پابندی لگانے کی بات نہیں کی تھی ۔

جناب محمد حماد ملک: کیا میں نے ایم کیوایم پر پابندی لگانے کی بات ہے؟ میں نے ان کا نام ضرور لیا ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں کی۔ کوئی بھی جو پولیٹکل پارٹی ہوتی ہے اس کو پوری آزادی ہوتی ہے کہ وہ جس طرح بھی اس مسئلے کو deal کرے۔ اب violence کی بات غلط ہے ، violence پر ہمیں اعتراض ہے، dealt with iron fist کا جو phenomena 1992 کیا گیا تھا اگر ہم اس کو دوبارہ یہاں implement کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، دوبارہ ہم پولیس change کر دیتے ہیں تو کچھ بھی نہیں ہو گا، یہ سب بھاگ جائیں

گے within four to five years واپس آ جائیں گے اور دوبارہ یہی کچھ ہو گا - Being political leaders, or being legislators ہمیں ایسی تجاویز دینی چاہیے جو ایک peaceful حل نکال لیں۔ جس طرح سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ تمام political parties جو کہ اس target killings میں ملوث ہیں وہ آپس میں consensus کریں، اس کو implement کروانا چاہیے۔ میں جناب سپیکر! میں آپ کے through یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ جو wording use ہوئی ہے اس resolution میں سے اس کو کٹوایا جائے - شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی جناب تبریز مری صاحب۔

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: First of all I would like to say that this resolution is quite timely because Karachi is burning and Karachi is the economic hub and it needs attention.

ہم یہاں پر ہمیشہ ہسٹری کی بات کرتے ہیں history is important no doubt, because if you don't know history تو آپ اپنے present کو نہیں دیکھ سکتے اور future کو ٹھیک نہیں کر سکتے لیکن my honourable colleague should also know that Karachi کی dynamics اب پچھل دس سالوں سے change ہو چکی ہیں - کراچی جس میں کسی ایک جگہ پر ethnicity کا زیادہ زور تھا اب وہاں پر ethnicities divide ہو چکی ہیں -

میں دوسری بات یہ کرنا چاہوں گا کہ my honourable colleague mentioned one political party. Let's be really honest to ourselves, it is not one political party which is responsible for everything that has happened in Karachi.

جناب سراج مین: پوائنٹ آف آرڈر- میں نے PPP, MQM and ANP کا بھی ذکر کیا تھا and I did not mention MQM only.

Madam Deputy Speaker: OK. Thank you.

جناب تبریز صادق مری: مجھے MQM کو متحدہ قتل و غارت موومنٹ کہنے کی آواز سنائی دی تھی شاید غلط سنائی دیا لیکن چیز یہ ہے کہ Now one political party is not responsible first of all. coming to the solution میں نےیہاں پر چار key pointsکو نوٹ کیا ہے جن کو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ پہلی چیزہے responsible elements responsible, all of us know کہ کون سے لوگ responsible ہیں۔ ہمارے former Home Minister ایک statement دیتے ہیں اور اگلے روز پندرہ لوگ مر جاتے ہیں ، مرنے والے کو یہ نہیں پتا کہ وہ

کیوں مرا ہے، مارنے والے کو یہ نہیں پتا ہے وہ کیوں مار رہا ہے۔ اس کے بعد آپ no go areas کی بات کر لیں تو پانچ دن تک کٹھی پہاڑی کا ایریا no go area بن جاتا ہے for no reason, where is the police, where is the rangers. Then we come to Layari. Why is layari a no go zone? وہاں پر ایک عام انسان آرام سے کیوں نہیں جا سکتا؟

Now coming to the point where my honourable colleague mentioned that “the elements responsible for the law and order situation in Karachi deserves no leniency and should be dealt with an iron fist.’

سب سے پہلے تو آپ اپنی پولیس کو depoliticize کریں کیوں کہ this is not a perception, this is a statement by the former IG police Wajid Ali Durrani in the Supreme Court of Pakistan. آپ اپنی پولیس کو depoliticize کیجیے اور اس کے بعد you bring people on negotiation table کیونکہ ہر بار you cannot deal an issue with an iron fist. Obviously dialogue is more important than using force. اور کبھی بھی force سے چیزیں حل نہیں ہوتیں اتنے بہتر طریقے سے جتنا dialogue سے حل ہو سکتیں ہیں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی محترم جناب توصیف عباسی صاحب۔

جناب توصیف عباسی: یہاں بھائی نے کراچی کی situation کی بات کی ہے - No doubt کراچی پاکستان کا economic hub ہے اور وہاں پر target killings ہوتی ہیں اور وہاں پر بے گناہ لوگ مر رہے ہیں۔ میڈم سپیکر ! دیکھنا یہ ہے کہ basically what is the problem اور لوگ کیوں مر رہے ہیں؟ سپریم کورٹ یہ بڑا clearly mentioned that all political parties present in Karachi ان سب کے جو terrorist wings ہیں وہ اس target killing میں involve ہیں اور ان کی وجہ سے وہاں پر target killing ہو رہی ہے۔ میری تجویز ہے کہ ان تمام political parties’ wings کو deweaponize کریں -

میڈم سپیکر ! اس کے علاوہ میں کہنا چاہوں گا کہ اگر جس طرح میرے بھا ئی نے کہا یہ problem ضیاء الحق کے زمانے سے ہو رہا ہے - سوات میں 2009 میں کیا ہو رہا تھا ، وہاں پر target killing تھی ، لوگوں کو مارا جا رہا تھا اور وہاں کی صورتحال بہت بھیانک بن چکی تھی - آج ہم میں سے کوئی بھی سوات کی بات نہیں کر رہا کیوں کہ وہاں پر امن ہے، وہاں پیر کوئی target killing نہیں ہو رہی۔ ایسا کیوں نہیں ہو رہا کیوں کہ وہاں پر ملٹری نے take over کیا اور

اس وفاقی حکومت کے تحت وہاں پر آپریشن کیا اور جو عناصر وہاں پر problem create کر رہے تھے اور لوگوں کو بے گناہ مار رہے تھے ، انہیں وہاں سے evacuate کیا ۔

معزز ممبر: پوائنٹ آف آرڈر ، در اصل کراچی کی صورت حال مکمل طور پر سوات سے مختلف ہے۔

جناب توصیف عباسی: میڈم سپیکر! میں اس لیے کہنا چاہ رہا ہوں کہ یہ problem 30 years سے ہے اگر political parties responsibility show کرتیں تو آج یہاں پرابلم نہ ہوتا۔ اس لیے اگر ہم لوگ یہی suggest کریں کہ political parties ہی situation کو handle کر سکتی ہیں اور اس صورتحال کو بہتر بنا سکتی ہیں لیکن ایسا ہو نہیں سکتا کیوں کہ ہر پارٹی کو وہاں پر اپنا interest ہے اور اپنے interest کی وجہ سے target killing میں involve ہے۔ میں اس لیے suggest کروں گا کہ سوات کی طرز پر کراچی میں ملٹری کو authorize کیا جائے کہ bad law and order areas میں operation کرے اور ان عناصر کو وہاں target killings میں ملوث ہیں ان کو پکڑ کر انصاف کے کٹہرے میں لائیں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی جناب محمد و قار صاحب۔

جناب محمد وقار: شکریہ جناب سپیکر۔ میں زیادہ لمبی بات تو نہیں کرنا چاہوں گا۔ اس resolution پر مجھے تھوڑے سے تحفظات ہیں۔ اس میں addition ہو سکتی ہے۔ پولیٹکل پارٹیز کو ban کرنا کوئی اچھا step ثابت نہیں ہو گا کیونکہ ان کے پاس عوام کا mandate ہے لیکن میں یہاں پر یہ suggest کرنا چاہوں گا کہ political parties کے militant wings کو ban کردینا چاہیے اور ethnic slogans کو use کرنے پر ban ہونا چاہیے۔ بس میری یہ suggestion تھی۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جناب حسیب احسن صاحب۔

جناب محمد حسیب احسن: شکریہ محترمہ۔ کراچی کے حالات سے ہر کوئی واقف ہے جس میں آئے روز چائے کے ہوٹلوں پر فائرنگ کنی جاتی ہے، رکشہ، بس وغیرہ جلا دیے جاتے ہیں۔ لیبر طبقے کو ہلاک کیا جاتا ہے ۔ سب کو پتا ہے کہ اس کا ذمہ دار کون ہے اور main issue کیا ہے کہ جس کی وجہ سے کراچی disturb ہے ۔ تمام سیاسی جماعتیں اس میں involve ہیں اس لیے میں سب کو قصور وار ٹھہراتا ہوں۔ کراچی کی disturbed condition کی وجہ land grabbing, drug mafia اور بھتہ مافیا یہ اس کے major factors ہیں

جو اس میں involve ہیں۔ ایک جھنڈے کے تنازع پر بھی کئی افراد کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اگر ذوالفقار مرزا ایک بیان دے دیں اور ایک ادنٰی کارکن بھی ہلاک ہو جائے تو اگلے دن سینکڑوں معصوم شہری ہلاک کر دیے جاتے ہیں اور بسوں ، ٹرکوں اور رکشوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور اس کے بعد ایک ہی statement آتی ہے کہ شہری پر امن ہوں اور پورا شہر پر امن ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شہری ہی ہیں جو یہ سب کچھ کر رہے ہیں یا اس کے پیچھے کوئی اور ہاتھ involve ہے۔ کراچی ایک معاشی hub ہے، روز industrialists اور جتنی business community ہے ان کو اور even ایک cabin والے تک کو دھمکیاں دی جاتی ہیں اور اس سے بھتہ وصول کیا جاتا ہے۔ یہ کراچی کا ایک major issue ہے۔ اس کا یہ اثر پڑ رہا ہے کہ ہماری ساری انڈسٹری بنگلادیش ، ڈھاکہ اور سری لنکا move ہو رہی ہے ۔ ہمارا ملک تو پہلے ہی دوہرائے پر کھڑا ہے اور اس کو ہم اور زیادہ کمزور کر رہے ہیں۔

میڈم سپیکر! اس میں ایک اور فیکٹر پولیس کا involve ہے۔ پولیس کو بھی as a revenge نشانہ بنایا جا رہا ہے ۔ کراچی میں پولیس کا رول انتہائی برا ہے۔ کرپشن بے تحاشہ ہے ۔ کراچی واحد شہر ہے جہاں پر پولیس کرپشن میں سب سے زیادہ involve ہے۔ کچھ عرصہ پہلے Chief Justice of Pakistan کراچی تشریف لائے تھے تو پھر وہاں پر کافی امن ہو گیا تھا۔ ان کو reports دی گئی تھیں اور وہ ground reality جانتے ہیں اور انہیں پتا ہے۔ انہوں نے ایک اچھا فیصلہ لیا تھا کہ یکدم کراچی کے حالات زیادہ خراب نہ ہو جائیں کیونکہ کراچی میں مہاجر بہت بڑی تعداد میں ہیں ۔ میں اپنے اس پلیٹ فارم سے اپنے چیف جسٹس آف پاکستان سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ کچھ ججز پر ایک judicial commission بنایا جائے اور وہ مستقل بنیادوں پر کراچی میں بنچ لگائیں اور وہاں‌پر بیٹھ کر وہاں کی گرونڈ royalty کو سمجھیں اور مزید غور کیا جائے اور کراچی کا پر امن حل تلاش کیا جائے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب ساگر کمار کتیجہ صاحب۔

جناب ساگر کمار کتیجہ: میرے بہت سے ساتھیوں نے تقریباً بات کو cover کر لیا ہے۔ میں مختصراً اور جامع بات کرنا چاہوں گا ۔ آپ کراچی کو چھوڑ کر پورے پاکستان کی صورتحال کو دیکھیں کہ انسانی زندگی اتنی سستی کیوں ہے۔ یہاں پر human rights کی violation اتنی

عام ہے کہ جیسے ایک مچھر کو مارا جاتا ہے ویسے ہی ایک انسان کی زندگی لے لی جاتی ہے۔ میرے ایک دو ساتھیوں نے بات کی کہ آرمی کو لایا جائے۔ اگر آپ آرمی کو سرحدوں سے یہاں محلوں میں بیٹھائیں گے تو سرحد والے کیا کریں گے؟ پہلے ہی ہم رونا رو رہے ہیں کہ democracy نہیں ہے اور آپ پھر آرمی گھسا رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے سوات میں جو دہشت گرد تھے وہ پہاڑوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ آرمی کا کام تو صرف shoot out ہوتا ہے۔ جب کہ پولیس کا کام ہتھکڑی لگانا ہوتا ہے۔پولیس کو ہم لوگوں نے سیکنڈری اور ثانوی حیثیت دی ہے اسی لیے وہ کرپشن میں ملوث ہے۔ اگر ہم پولیس کو اوپر لے کر آئیں گے تو یہ مسائل حل ہوں گے۔ آرمی کو پولیس کے معاملات سے دور ہی رکھا جائے اور پولیس کو primary importance دی جائے کیونکہ اگر ہم پولیس کو primary importance نہیں دیں گے تو معاملات حل نہیں ہوں گے اور اگر ہم آرمی کے ڈنڈے کے زور پر مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیں گے تو پھر یہی حال ہو گا کہ لیاری میں بچے بھی پولیس کو پتھر ما رہے تھے تو پھر اس کا خود ہی اندازہ لگا لیں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترم جناب جمال جامعی صاحب۔

جناب جمال نصیر جامعی: میڈم سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ سے درخواست کرنا چاہوں گا کہ میں تھوڑا سا زیادہ وقت لوں گا کیونکہ مجھے کراچی کے حالات کو بہت قریب سے مشاہدہ کرنے کا تجربہ ہوا۔ کراچی میں سب سے پہلے یہ کہنا چاہوں گا کہ کراچی میں لسانی فسادات کبھی بھی نہ تھے۔ کراچی کے تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے اگر ایوب خان کے ایک الیکشن کے درمیان ہونے والے ہنگاموں کو اگر لسانی فسادات کہا جاتا ہے تو اس سے بڑے ہنگامے کراچی میں PNA اور بھٹو کے دور میں ہوئے، کراچی PNA کا شہر تھا، کراچی کو اپوزیشن کا شہر سمجھا جاتا تھا اور یہ ہنگامے پولیٹیکل ہنگامے ہوا کرتے تھے جس میں بہت کم تعداد میں لوگ ہلاک ہوا کرتے تھے ۔ اگر میڈم سپیکر ! کراچی کو وزٹ کیا جائے تو بہت سے لوگ یہاں ایسے ہوں گے جنہوں نے وزٹ نہیں کیا ہوگا میں ان کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں اگر آپ اسرائیل اور فلسطین کے فرق کو سمجھنا چاہیں تو آپ کراچی آ کر اس کو وزٹ کر سکتے ہیں کہ کراچی میں اگر آپ نان مہاجر ایریاز کو دیکھیں، مصطفٰی کمال صاحب نے الحمد للہ ترقیاتی کام کروائے ہیں لیکن اگر آپ سہراب

گوٹھ آ کر دیکھیں، آپ ملیر جا کر دیکھیں، آپ اختر کالونی دیکھیں اور ایسے تمام ایریاز دیکھیں ، پہلوان گوٹھ وہاں کوئی ترقیاتی کام نہیں ہوا۔ بنیادی فرق میڈم سپیکر ! صرف ایک جماعت کا ہے جو مسلسل لسانیت کی بنیاد پر تمام ترقیاتی کام بھی اور دیگر کام انجام دے رہی ہے جس سے تفریق بڑھ رہی ہے اور پورے ملک میں اور کراچی میں پچھلے پچیس سال سے جو فرق ہے وہ اسی ایک لسانی جماعت کی بنیاد ہے اور اسی کا ڈالا ہوا یہ فرق ہے۔ میڈم سپیکر! کراچی کے موجودہ جو target killers کی جو لسٹیں ہیں وہ میرے پاس موجود ہیں ۔ کراچی میں اگر target killers کی لسٹوں کو دیکھا جائے تو جو دس فیصد لوگ جو کام کر رہتے ہیں وہ عموماً reaction میں ہی ہوتا ہے، ۹۰ فیصد لوگ ایک ایسی جماعت سے وابستہ ہیں اس میں جو JTI کی reports ہیں ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا، نہیں توہمیں تمام پاکستان کی ایجنسیز کو نااہل قرار دینا پڑے گا۔ وہ reports یہ بتاتی ہیں کہ ۹۰ فیصد target killers ایک مخصوص جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان کے خلاف اس لیے کارروائی نہیں ہوئی کہ وہ واحد جماعت ہے پاکستان کی جو گزشت سات ادوار سے حکومت میں ہے۔ میڈم سپیکر ! ایک اور بات یہ ہے کہ پولیس ہر جگہ ایسی ہوتی ہے ، پولیس کرپٹ ہے ۔ پولیس نالائق ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، پولیس ہر جگہ حکومتی جماعتوں کا ساتھ دیتی ہے اور mandate کی یہاں بات کی جاتی ہے ۔ میرا خیال ہے کراچی کے mandate کو watch کیا جانا چاہیے کیوں کہ کراچی میں بعض قومی اسمبلی کے حلقے ایسے بھی ہیں جہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی تعداد تو ایک لاکھ نوے ہزار ہے اور جب کہ جتنے والی جماعت کے ممبر نے ایک لاکھ بانوے ہزار ووٹ لیے ہوئے ہیں ۔ کراچی میں voting کس طرح ہوتی ہے اگر ایک مرتبہ وہاں فوج کھڑی کر دی جائے تو میرے خیال میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ میرے ایک بھائی نے لینڈ مافیا اور ڈرگ مافیا کی بات کی، سب سے بڑا پاکستان میں لینڈ مافیا اور ڈرگ مافیا کی جو جگہ ہے بقول چیف منسٹر پنجاب کے لاہور میں ہے کیوں کہ لاہور سے پورے پنجاب ریجن کو ڈرگ سپلائی ہوتی ہے اور لاہور کی آبادی آٹھ کروڑ ہے۔ پنجاب کی آبادی آٹھ سے دس کروڑ ہے کراچی کی آبادی دو کروڑ ہے، وہاں کتنی بڑی ڈرگ مافیا آ گئی ہے جو پورے شہر کو لپیٹے ہوئے ہے، یعنی ڈرگ مافیا کا کام تو

یہ ہے کہ اگر وہ بندوں میں ڈرگ تقسیم کر رہی ہے تو ان دو سے دس تک لڑائی جائے گی ، پورا شہر کیسے جل اٹھتا ہے۔

میڈم سپیکر! لینڈ کا کراچی میں کوئی as such ایسا ایریا نہیں ہے جس میں لینڈ پر کوئی ایسی لڑائی ہو رہی ہو جو نہ ختم ہونے والی ہو۔ سب سے بڑی مثال ہمارے پاس حال کے واقعات میں 12 مئی 2007 کی ہے جس میں پورا شہر جل اٹھا اور یہاں پر ایک مخصوص جماعت کا سپورٹر آرمی چیف بیٹھا ہوا تھا جو مکہ لہرا کر کہہ رہا تھا کہ میں نے کراچی میں اپنی قوت کا مظاہرہ کر دیا ہے۔ وہ کس قوت کا مظاہرہ تھا وہ سارا دن میڈیا دکھاتا رہا ہے ، میرے خیال میں اس پر مزید بولنے کی ضرورت نہیں ۔ میڈیا پر ہم سب کو پتا ہے کہ نصرت جاوید کا پروگرام کس نے اپنی کانفرنس کے لیےبند کروایا، اس پر بھی مزید بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کراچی میں ہونے والے تمام قسم کے انتخابات اور تمام چیزیں جیت جانے والی ایک ہی جماعت ہے چاہے وہ کشمیر کے حوالے سے انتخابات ہوں اور اب یہ صورتحال ہے کہ گزشتہ دو انتخابات سے کشمیر کی جو سیٹ ہے کراچی میں وہ لوگ موجود ہیں ان پر کوئی اور جماعت اپنا candidate کھڑا ہی نہیں کرتی۔ کراچی میں میڈم سپیکر ! اصل مسئلہ یہ ہے کہ کہ تمام سیاسی جماعتیں حکومت میں ہیں اور جب ہمیں یہ پتا ہو کہ ایک بریف کیس لندن جائے گا اور پچیس ایم این اے ، باون ایم پی اے ، تیرا سینیٹرز جو سینہ پھولا کر بتائے جاتے ہیں کہ ہمارے ہیں اور ان کی زبانوں کو تالے لگ جائیں گے تو اس سے اچھا کوئی اور حل نہیں ہے اور یہ ان آمروں کو سوٹ بھی کرتا ہے جو ڈکٹیٹرز ذہنیت کے ہوتے ہیں۔ اصل میں پہلے فرسودہ جاگیردارانہ نظام تھا اب ماڈرن جاگیردارانہ نظام ہے جس شہر سے حکیم محمد سعید، پروفیسر غفور اور شاہ احمد نورانی جیسے لوگ تھے ، اب وہاں کے سینیٹرز گونگے اور بہرے آیا کرتے ہیں ۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک ایم این اے جو حیدر بریگیڈ کے نام سے کراچی میں مشہور ہیں وہ اجمل پہاڑی کامران مادھوری کی حمایت کرتےہوئے قومی اسمبلی کے اندر نظر آتے ہیں۔ میڈم سپیکر ! اگر آپ بیانات کو دیکھیں تو ان کا لیڈر کہتا ہے کہ اگر میرے mandate کو تسلیم نہ کیا گیا تو میں پورے شہر کو آگ لگا دوں گا ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کہاں کی دانشمندی ہے اور کہاں کا یہ انصاف ہے۔ مصطفیٰ کمال صاحب جن کو دانشمند کہا جا سکتا ہے وہ صمصام بخاری کو ٹی وی انٹرویو پر کہتے ہیں کہ تو کراچی آ کر دکھا تیری بھی ٹانگیں توڑ دوں

گا ، عمران خان کی بھی توڑ دوں گا۔ آفاق احمد صاحب نو سال بعد رہا ہو کر آتے ہیں اگر آپ ان کے لانڈی نمبر ۴ میں آپ مجھے جا کر دکھا دیں ، ان کے گھر تک تو جانا دور کی بات ہے ، یہ تو بڑا ایک uphill task ہے کہ آپ وفاق احمد کا گھر کراچی میں locate نہیں کر سکتے کہ وہ بندہ کہاں رہ رہا ہے۔ رحمٰن ملک آتے ہیں ، تین جماعتوں کو ساتھ بیٹھاتے ہیں ، حالات درست ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ پہلے غلطیاں ہوئیں لیکن چونکہ پیپسی کی قیمت بھی -/65 روپے اور آدمی کی لاش کی پچاس روپے کی بوری اور پندرہ روپے کی ڈوری تو اب وہاں پر targeted operation ہونا چاہیے ان لوگوں کے خلاف جن کو میں بھی جانتا ہوں، سب جانتے ہیں، کسی نے شہر میں دستانے نہیں پہنیں ہوئے ان لوگوں کے جا کر ہاتھ خون سے رنگے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں اور سپریم کورٹ نے بڑا اچھا decision لیا تھا اس پر عمل در آمد کی ضرورت ہے۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی محترم جناب حفیظ اللہ وزیر صاحب۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: شکریہ میڈم سپیکر۔ مسائل تو یہاں زیادہ بیان کیے گئے ہیں لیکن کچھ ایسی باتیں یہاں پر کی گئیں جو یہاں پر نہیں ہونی چاہیے۔ ایک تو سب سے پہلے کراچی کے اسلحے کو وزیرستان کے ساتھ compare کرنا کہ کراچی میں جتنا اسلحہ ہے اتنا اسلحہ وریرستان میں نہیں ہے۔ اس طرح کے sentiments سے پورے پاکستان میں وزیرستانیوں کے خلاف اور وزیرستان کے خلاف نفرت بڑھ جائے گی ۔

جناب : میڈم ! میری وزیرستان سے یہ مراد میری نہیں تھی کہ وہاں پر اسلحہ ہے، وہاں پر ایک درہ ہے اس سے میری یہ مراد تھی۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ آپ continue کریں۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: درہ وہاں نہیں ہے اور وہ کسی اور ایجنسی میں ہے۔ یہاں پر ایک solution یہ بتایا گیا کہ ملٹری کا استعمال کیا جائے۔ ملٹری کا استعمال تو ہم نے بنگلا دیش کے معاملے میں 1971 میں کیا تھا۔ ملٹری کا استعمال ہم نے سوات میں بھی کیا۔ ملٹری کا استعمال ہم نے وزیرستان میں بھی کیا اور اب بلوچستان میں بھی کر رہے ہیں۔ آپ جا کر ان سے پوچھیں کہ کیا ملٹری کے استعمال سے کوئی امن ہم gain کر سکتے ہیں یا نہیں ۔ تیسری یہاں پر یہ بات کی گئی کہ دوسری صوبے سے فوج کو وہاں لے جایا جائے ۔ وہاں کی

پولیس کرپٹ ہے اور ان فسادات میں وہ ملوث ہے۔ اس کا نقصان ہمیں یہ ملے گا کہ اگر کسی دوسرے صوبے سے آرمی وہاں لے جائیں تو وہاں پر resistance کے دوران ان کو بھی شہید کر دیا جائے گا۔ اس کے نتیجے میں جس علاقے سے یہ آرمی والے گئے ہیں تو اس علاقے کے لوگوں اور کراچی کے لوگوں کے درمیان نفرت بڑھ جائے گی۔ یہاں پر چوتھی یہ بات کی گئی کہ ethnic slogan کا استعمال ختم کر دیا جائے ۔ جناب! ethnic ایک ایسا جذبہ ہے، patriotism ایک ایسا جذبہ ہے کہ اگر اس کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ اور بھی آگ پکڑ لے گی۔ پاکستان ایک ethnic diversity country ہے۔ امریکہ کی federation strength کے بارے میں اگر پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری federation کی strength ہماری diversity کی وجہ سے ہے کہ ہم جتنے diverse ہیں اس کی وجہ سے ہمیں یعنی فیڈریشن کو اتنی strength ملی ہے۔ میرے خیال میں اس مسئلے کا حل negotiations اور دوسری جو ہے وہ loyalties of the citizens جس طرح وزیرستان میں یا باجوڑ میں یا دوسری agencies میں جب طالبان کا کنٹرول زیادہ ہو جاتا ہے یا شدت پسند زیادہ ہو جاتے ہیں تو وہ امن کا لشکر بنا دیتے ہیں اور ان کے خلاف ایکشن لیتے ہیں ۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہاں کے جتنے شہری ہیں وہ یہ فسادات create کریں ان کے لوگوں کے خلاف خود action لیا جائے چاہے ان میں ان کی جانیں بھی جانی پڑیں کیونکہ امن کے لیے قربانیاں دینی پڑیں گی۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی جناب فہد مظہر علی صاحب۔

جناب فہد مظہر علی : شکریہ میڈم سپیکر۔ یوں تو کراچی میں جو حالات ہیں وہ آج کے نہیں ہیں ، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پچھلے ڈیڑھ سال سے یا دو سال سے یا جو حکومت ابھی بیٹھی ہے جو اس وقت power میں ہے ان کی وجہ سے created ہیں۔ اس سے پہلے بھی ہم نے دیکھا جیسے میرے محترم دوست کہہ چکے ہیں کہ ہمیشہ وہ ایک اکھاڑا رہا ہے جہاں پر کسی زمانے میں اپوزیشن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ PNA کی شکل میں ہوں، چاہے کسی regime میں جیسے ایوب خان صاحب نے اپنے آپ کو strengthen کرنے کے لیے کر کے دکھایا ، مادر ملت کو وہاں الیکشن میں ہرایا۔ یہ چیز بھی ہمارے سامنے ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ یار کراچی میں مسئلہ ہے، فسادات ہیں ، کام صحیح نہیں چل رہا تو آپ نے وہاں پر کیا capital رکھا ہوا ہے، capital کو وہاں سے نکالو کیونکہ پاکستان سے malice capital کر رہا

ہے۔ یہاں یہ چیز دیکھی گئی ہے کہ اگر capital وہاں سے نکا ل دیا جائے تو اس کے بعد کوئی مسئلہ نہیں ،پاکستان کی سلامیت کو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلے کا حل یہ نکالا گیا کہ geographically displacement کی جائے کہ وہاں سے نکال کر اسلام آباد جیسی secure جگہ میں ، یہاں پر فوج یہ سمجھتی ہے یا سکیورٹی ادارے یہ سمجھتے ہیں کہ ادھر پاکستان secure رہے گا ۔ سپیکر صاحبہ! مسئلہ یہ نہیں ہے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ کراچی پاکستان کے NFC جو ہمارے awards ہوتے ہیں جو ہمارا فیڈرل پول ہے جس کو بعد میں ہم vertically and horizontally divide کرتے ہیں اس میں سیکنڈ نمبر پر contribute کرنے والا ہے جو اس میں revenue generation ہوتی ہے۔ وہاں پر پاکستان کی وہ چیز دیکھی جا سکتی ہے جس پر ہمیں فخر کرنا چاہیے۔ جس کی بنیاد پر پاکستان achieve کیا گیا ہے ، پاکستان بنایا گیا ہے، جس پر کہا گیا ہے کہ وہ لوگ cease ہو جائیں گے جو کہ ابھی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہندو ہیں، مسلم ہیں، عیسائی ہیں۔ پاکستان ایک ایسا پلیٹ فارم ان لوگوں کو دے گا جہاں پر کوئی کرسچین ، مسلم، ہندو، سکھ نہیں ہو گا بلکہ سارے پاکستانی ہوں گے۔ آج اگر ہم کراچی کو دیکھیں تو وہاں پر ہمیں سراب گوٹھ میں پٹھان نظر آتے ہیں۔ ہمیں سینٹر میں خارہ در یا نائن زیرو جو مشہور کیا ہوا ہے ، ایک ایسی ٹرم دی ہوئی ہے جس میں sacred cow بنایا ہوا ہے جس پر کہا جاتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ افغان نائن زیرو میں کیسے قدم رکھتے ہیں اور اس طرح کے جو بیانات دیے جاتے ہیں ، sentiments کو مجروح کیا جاتا ہے تو ضرورت یہ ہے ، ویسےاگر اس موقع پر کہا جائے تو میں دیکھتا ہوں کہ کراچی کے دو بندے بڑے مشہور ہو کر میرے سامنے آتے ہیں، جب بینظیر کی حکومت تھی یعنی پیپلز پارٹی کی تو اس میں شعیب سیڈل صاحب تھے جنہوں نے بڑی brutality کے ساتھ ایک مخصوص ethnic group کے لوگوں کو ، مجھے پہلے بھی منع کیا گیا ہے کہ ethnic cleansing یا اس طرح کی بات نہ کی جائے لیکن جو حقیقت ہے اس بندہ آنکھیں بند نہیں کر سکتا ، چھپا نہیں سکتا ، سچائی کو سامنے آنا چاہیے ۔ وہ solution نہیں ہے۔ لوگوں کی لاشیں بوریوں میں ڈال کر گلیوں میں پڑی رہ گئیں ہیں ، پورے کے پورے شہر کراچی کو terrorise کر کے رکھا گیا ۔ دوسرے شخص آ کر مشہور ہوتے ہیں وہ پھر ایک ڈکٹیٹر صاحب کے پیچھے کمر پر ہاتھ ہوتا ہے اور ان کی تھپکی ملتی ہے، ہمارے علاقے میں تو سون حلوہ مشہور

ہے، کراچی کے مصطفٰی کمال صاحب بعد میں مشہور ہوئے تو ضرورت یہ ہے کہ ہم نے militarily جو solution تھا وہ بھی دیکھ لیا ، اس کے علاوہ negotiation کی طرف تو ہم کبھی گئے نہیں ، ہم تو وہاں پر جا کر دو دے تین لے لو ، چار رکھ لو ، ایک ادھر کر دو ، یہاں پر ہم بندر بانٹ کرتے رہ گئے ہیں لیکن ضرورت یہ ہے جیسے کہ resolution پیش کی گئی ہے کہ جو سپریم کورٹ کا verdict ہے اس کے اوپر عمل کرنا چاہیے اور اس کے بعد یہ جتنے سارے بھی stakeholders ہیں ، صرف اور صرف یہ کہ کسی نے کہہ دیا کہ political parties جو ہیں وہ کراچی کے stakeholders ہیں ، سارے جتنے بھی لوگ وہاں انڈسٹری سے related لوگ ہیں، جو transport سے related لوگ ہیں جو بھی یونینز ہیں ، نان بائی لوگ ہو گئے یا ہوٹل ہو گئے ان ساروں کو on board لیا جائے ، یہ اپنا کراچی کا مسئلہ حل نہیں کر سکتے اور چلے ہیں کشمیر کا مسئلہ حل کروانے کے لیے یا اس سے پہلے جو ہم debate کر چکے ہیں۔ شکریہ

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے آپ تشریف رکھیں ۔شکریہ۔ میرے پاس ناموں کی ایک لمبی فہرست ہے ۔ مجھے پتا ہے آپ لوگ بہت کچھ کہنا چاہتے ہیں but since we are running short of time, I put the resolution to the House.

جناب عبید الرحمٰن: میڈم ! ایک چھوٹی سے important بات ہے اور اس کے لیے صرف دس سیکنڈ چاہییں۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیں۔

جناب عبید الرحمٰن: ہم نے کہا تھا کہ کراچی ایک economic hub ہے اور وہاں سے terror and violence کو ختم کرنا بہت مشکل کام ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ کراچی پر ہماری reliance کم ہونی چاہیے اور ہمیں گوادر پورٹ کو establish کرنا چاہیے تاکہ reliance کم ہو اور ہماری economic activities بڑھ سکیں۔

معزز ممبر: میڈم سپیکر ! Diversification ضرور ہونی چاہیے اور اس point کو نوٹ کیا جائے۔

جناب عبید الرحمن: میڈم! میرے just 10 points تھے جو debate کو sum up کرتے ہیں اگر in the end آپ سن لیں۔ میڈم! ہم نے باتیں بہت زیادہ کی ہیں اور indicate بھی بہت اچھا کیا ہے۔

Madam Deputy Speaker: Are you telling us those ten points? If you can please summarize it in one minute, I can give you.

جناب عبید الرحمن: میڈم سپیکر! City demarcation ہونی چاہیے اور سٹی جیسے expand کرتا جا رہا ہے اس طرح نہیں ہونا چاہیے- Depoliticization of police کو بار بار کہا گیا ہے اس کے لیے ایک central authority بنانی چاہیے جواس تمام process کو deal کر سکے اور دیکھ سکے کہ کون سا بندہ کس پارٹی affiliation کا ہے- جب آپ city demarcation کر دیں گے یعنی اس کی boundaries کو تو entrance اور اس کے exit points بھی اس کے proper طریقے سے ہونے چاہییں تاکہ جو smuggling ہوتی ہے اور جو arms آتے ہیں وہ بھی checking کر کے اندر بھیج سکتے ہیں- اسی طرح جو political parties ہوتی ہیں یہ اپنی campaigning کرتی ہیں تو انہیں بتانا چاہیے کہ ان کی campaigning کے لیے assets کہاں سے آئے ہیں کیوں کہ جو بھتہ خوری والی بات ہے یہ بھی اس سے deal کرتی ہے - ہم جیسے کہتے ہیں کہ political parties کے members ہیں تو انہیں یہ declare کرنا چاہیے کہ ان کی political parties کے یہ members ہیں، ان کی لسٹوں کا ہمیں پتا ہونا چاہیے کہ پولیٹیکل پارٹیز کے یہ یہ ممبرز ہیں تاکہ یہ نہ ہو کہ اس بندے نے مارا ہے اور اس کا تعلق نہیں ہے، کیا یہ killing میں involve ہے یا نہیں ہے- اسی طریقے سے جو cultural education ہے وہ بھی important ہے - جس طریقے سے ایم کیو ایم بنی تھی اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہاں پر جو کوٹہ سسٹم تھا وہاں پر مہاجروں کو sideline کیا جا رہا تھا- یہ basically ان کا claim تھا - یہ والی جو چیزیں ہیں جہاں پر ethnicity اتنی زیادہ اہم ہو جاتی ہے وہاں پر یہ نہیں ہونی چاہییں، کوٹہ سب کے لیے ہونا چاہیے اور with regard to population ہونی چاہیے- پھر یہ کہ گورنمنٹ کو quarterly reports بتانی چاہییں کہ گورنمنٹ کی quarterly efficiency کیا رہی ہے- ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر سپریم کورٹ ایکشن لیتی ہے ، سپریم صرف ایک بیان دیتی ہے یا آرمی چیف ایک بیان دیتے ہیں تو معاملات set ہو جاتے ہیں تو وہ کس طریقے سے ہوتے ہیں وہ بھی سپریم کورٹ کی رپورٹ ہے یا دوسرے طریقے ہیں وہ ہم لوگوں کے سامنے آنے چاہییں-

میڈم ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے- بہت بہت شکریہ-

Now I put the resolution to the House.

"This House is of the opinion that immediate action should be taken for ensuring durable peace in Karachi, the country's

economic hub, the elements responsible for the law and order be dealt with an iron fist.”

(The motion was carried.)

میڈم ڈپٹی سپیکر:ابھی ایک announcement کرنی ہے کہ میری غیر موجودگی میں (خدا نخواستہ مجھے absent ہونا پڑا) کون اس ہاؤس کو preside کرے گا۔

I have nominated four names:-

1. Miss Shaheerah Jalil Abbasi sahiba
2. Mohterma Seep Akhtar Sahiba
3. Mohterim Suleman Shinwari sahib
4. Mr. Muhammad Tamur Shah sahib

اگر میرے بعد شہیرہ جلیل عباسی صاحبہ نہ ہوئیں تو

it will go to Haseeb Akhtar sahiba and vice versa. The House is adjourned to meet again tomorrow at 3.00 p.m.

[Then the House was adjourned to meet again tomorrow at 3.00 p.m.]